بادۂ سخن
انتخاب کلام ڈاکٹر احمد حسین مائل
مرتبہ
ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

سلسلۂ انتخابات شعرائے دکن

بادۂ سخن

یعنی

انتخاب کلام ڈاکٹر احمد حسین مائل

مرتبہ

ڈاکٹر سیّد محی الدین قادری زور

ام۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (لنڈن)

سنہ ۱۹۳۵ء

بار اول

مطبوعۂ اعظم اسٹیم پریس۔ چار مینار

حیدرآباد دکن

قیمت ۱۲ر

اِس سلسلہ کی دوسری مطبوعہ کتابیں

متاعِ سخن

یعنی انتخاب کلام نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ

کیفِ سخن

یعنی اِنتخاب کلام سید رضی الدین حسن کیفیؔ

اِن مطبوعہ انتخابات کے علاوہ اِس سلسلہ کی سرپرستی میں فی الحال حسب ذیل شعرائے دکن کے کلام پر کام ہو رہا ہے:۔

۱۔ سِراجؔ ۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی

۲۔ اِیمانؔ ۔ شیر محمد خاں

۳۔ فیضؔ ۔ میر شمس الدین محمد

۴۔ عصرؔ ۔ میر احمد علی

۵۔ تمیزؔ ۔ نواب محمد بدر الدین خاں معظم الملک

۶۔ صغیرؔ ۔ محمد حبیب الدین۔

فہرست

مقدمہ

۱۔ دکن کی اردو شاعری

گذشتہ چار سو سال کے طویل عرصہ میں دکن میں سیکڑوں ایسے اردو شاعر پیدا ہوے جن کی مسلسل خدمت گذاریوں نے جہاں اپنے ملک کے ذوقِ ادب کو جاری رکھا اور اہل ذوق کی وقت بوقت ضیافت کی زبان اردو کو ہمیشہ کے لئے مالامال بھی کردیا۔ ان کے عمل پیہم اور پرخلوص ذوقِ سخن نے اس زبان کی بنیادیں بے حد مستحکم کردیں اور اس کے ادبی خزانہ میں ایک ایسا مستقل سرمایہ فراہم کردیا جو اتنا او زمانہ کے بے رحم دستبرد کے بعد بھی اتنا وافر ہے کہ اردو بولنے والوں کی نسلیں ہمیشہ اس سے متمتع ہوتی رہیں گی۔

ان قابل احترام خدمت گذارانِ اردو میں سے بیسیوں ایسے ہیں جن کے کارنامے آج موجود نہیں ہیں مگر ان کے ہمعصر یا متاخر شاعروں کے کلام میں ان کا ذکرِ خیر باقی رہ گیا ہے۔ پچاسوں ایسے ہیں جن کے کارنامے موجود ہیں مگر جن کے حالات (اور بعض دفعہ تو مصنف کے نام تک) سے دنیا آج ناواقف ہے۔ اور نہ معلوم ایسے کتنے ہوں گے جن کے نام و نشان اور کارنامے دونوں اس وقت ناپید ہیں!!

تاہم اس کو اُردو زبان کی خوش قسمتی سمجھنا چاہئے یا ان قدیم اُردو شعرا کی نیک نیتی کہ مغلوں کے حملوں اور دکنی سلطنتوں کی باہمی خانہ جنگیوں اور تباہ کاریوں کے بعد سے قریب قریب ایک صدی تک مدفون رہنے کے باوجود اردو شعر و شاعری کے یہ قدیم اور بیش بہا گنجینے پھر منظرِ عام پر آرہے ہیں۔ چنانچہ عہد حاضر میں اُردو کے بعض قابل ترین خدمت گذاروں نے ان کی تحقیق و تفتیش اور اشاعت میں اپنی گراں بہا زندگیاں وقف کردی ہیں۔

ان باہمت افراد کی کوششوں سے اس وقت تک چند قدیم اُردو شہ کار یا اُن کے حالات و انتخابات وغیرہ منظرِ عام پر آچکے ہیں مگر ابھی سیکڑوں ایسے ہیں جن کی نسبت اکثر و بیشتر سطحی معلومات ہی اردو رسالوں اور کتابوں میں پیش کی گئی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان میں سے اکثروں کو شائع کیا جائے اور اس طرح نام نیک رفتگاں کو ضائع ہونے سے بچا لیا جائے۔

ان قدیم جواہر پاروں کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے خزانۂ مطبوعات میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور اس کی تہی مائیگی کی شکایت (جو اغیار کے علاوہ اکثر اپنوں سے بھی سنی جاتی ہے) دور ہو جائے گی بلکہ اُردو بولنے والوں کی موجودہ اور آنے والی نسلیں اپنی زبان اور ادب کے مختلف النوع رجحانات اور صحیح ذوق سے بہرہ مند ہو سکیں گی ہمارے نوجوان انشا پردازوں میں احساس خود اعتمادی بڑھتا جائے گا اور وہ اپنی زبان کی قدامت اور فضیلت کے اس ہمت افزا احساس کے ساتھ اس کی خدمت میں

سرگرم ہو سکیں گے۔

دکن کی اردو شعر و شاعری کی تاریخ کے کئی مختلف عہد قرار دئے جا سکتے ہیں ابتدائی دور مذہبی اور صوفیانہ شعر و شاعری کا ہے جس کے متعلق اب تک چند مضامین شائع ہو چکے ہیں جن میں مولوی عبدالحق صاحب کا مضمون "اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس دور کی شاعری کے بعض چیدہ چیدہ نمونے تو منظر عام پر آچکے ہیں مگر خاص خاص شعرا مثلاً شاہ علی گام دہنی اور شاہ برہان الدین جانم وغیرہ کے کلام کے مکمل مجموعے اب تک شائع نہ ہو سکے۔

اس ابتدائی دور میں مذہبی رنگ کی شاعری کے علاوہ دوسری قسم کی مثنویاں بھی لکھی گئیں جن میں "نظام نامہ" نمایاں حیثیت رکھتا ہے مگر ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔

اردو شاعری کا دوسرا دور خالص ادبی اور حسن کارانہ مساعی پر مبنی ہے۔ اس عہد میں مقامی اور روزمرہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی اچھی نظمیں لکھی گئیں اور ادبیات فارسی کے بہترین شہ کاروں کا ترجمہ کرنے کا خیال بھی پیدا ہوا۔

اس عہد کے سب سے بڑے شاعر معانی، وجہی، عبدل، احمد، فیروز، محمود،

حسن شوقی اور خیالی وغیرہ ہیں ان میں اول الذکر چار اساتذہ سخن کا بہت کچھ کلام موجود ہے مگر افسوس ہے کہ مکمل حالت میں شائع نہ ہو سکا۔ معانی محمد قلی قطب شاہ (سنہ ۹۸۸ تا ۱۰۲۰ھ) چوتھے فرمانروائے گولکنڈہ اور بانیٔ شہر حیدرآباد کا تخلص ہے۔ اس کے حالات اور کلام کے اقتباسات مولوی عبدالجبار خاں صوفی مرحوم نے اپنے قابل قدر تذکرۂ "محبوب الزمن" میں آج سے قریب پچیس سال پہلے پیش کئے پھر آٹھ دس سال قبل مولوی عبدالحق صاحب نے "رسالہ اردو" میں اس کے کلیات پر ایک دلچسپ مضمون لکھا اور نمونۂ کلام بھی شائع کیا نیز "دکن میں اردو"، "اردوئے قدیم"، "اردو شہ پارے" اور "جواہر سخن" وغیرہ کتابوں کے ذریعہ سے بھی اس کا کچھ نہ کچھ کلام منظر عام پر آیا ہے مگر ایک ایسے اعلیٰ پایہ استاد سخن کے مکمل گنجینۂ معانی کا شائع ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس میں جملہ اصناف سخن یعنے غزل، قصیدہ، قطعہ، مثنوی، مرثیہ وغیرہ کے وافر اور عمدہ نمونے موجود ہیں۔

عہد معانی کے شعرا میں احمد اور وجہی قابل ذکر ہیں۔ احمد نے فارسی یوسف زلیخا کا ترجمہ کیا جس پر چند ہی سال قبل پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ وجہی نے ایک اچھی مثنوی "قطب مشتری" (سنہ ۱۰۱۸ھ) لکھی جس میں خود معانی (محمد قلی قطب شاہ) کی مشہور آفاق عشق عاشقی کی داستان

نہایت نفاست کے ساتھ بیان کی ہے۔ یہ نظم اصل میں ابراہیم قطب شاہ کے عہد ہی میں معانی کے زمانۂ ولی عہدی میں شروع کی گئی تھی۔ اس میں تلنگانہ کی مشہور رقاصہ بھاگ متی (جس کی خاطر شہر بھاگ نگر بسایا گیا جو بعد میں حیدرآباد کہلایا) کے ساتھ شہزادہ ولی عہد سلطنت (معانی) کی ضرب المثل محبت و فریفتگی کا سچا اور زندہ جاوید مرقعہ پیش کیا ہے اس وقت تک اس اہم کارنامۂ سخن کے صرف ایک ہی نسخے کا پتہ چلا ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (مگر وہاں کے کیٹلاگ مرتبہ پروفسر بلوم ہارٹ سے اس کا پتہ نہیں چلتا) راقم نے اس کو اشاعت کے لئے نقل کرنا شروع کیا تھا مگر افسوس ہے کہ پوری کتاب نقل ہونے پائی تھی کہ لندن سے روانگی کا زمانہ آگیا۔

اِس سلسلہ میں یہ ذکر شاید نامناسب نہ ہوگا کہ ایسی عجیب و غریب مثنوی کے مصنف وجہی نے اس کے کئی سال بعد نثر میں بھی ایک عجوبۂ روزگار کتاب "سب رس" (۱۰۴۵ھ) لکھی تھی جس کو مولوی عبدالحق صاحب نے کئی نسخوں سے مقابلہ کرنے کے بعد انجمن ترقی اردو سے شائع کیا ہے۔ وجہی کے دیگر کلام میں سے چند غزلیں اور مرثیئے بھی دستیاب ہوے ہیں جو رسائل میں شائع کردئے گئے ہیں۔

اسی زمانہ کا ایک اور شاعر عبدل تھا جو بیجاپور کے فرمانروا ابراہیم عادل شاہ

ثانی نورس (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) کی قدر دانی سخن کا شہرہ سنکر بیجاپور آیا تھا۔ یہاں اُس نے وجہی کی طرح اپنے ولی نعمت سے متعلق ایک مثنوی "ابراہیم نامہ" لکھی جس کا تذکرہ رسالہ ہندوستانی میں چھپ چکا ہے۔

اردو شاعری کا تیسرا دور اُس کا عہدِ زرین سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں ہر ایک صنفِ سخن میں اس درجہ ترقی دی گئی کہ اس دور کے بعض شاعروں کو خدایانِ سخن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

غواصی، ابن نشاطی، جنیدی، قطب، عبداللہ، شاہی، طبعی، غلام علی، رستمی، ملک خوشنود، نصرتی، شاہ امین وغیرہ اس دور کے بیسیوں شاعروں میں سے وہ چند اساتذۂ فن ہیں جن پر اردو زبان فخر کر سکتی ہے۔

غواصی اصل میں اس سے قبل کے دور کا شاعر اور مشہور ملا وجہی کا حریفِ سخن ہے مگر اس کو اسی دور میں عروج حاصل ہوا۔ اس کے کلام میں سے صرف مثنویوں اور مرثیوں کے نمونے اس وقت تک دستیاب ہوئے ہیں جن کے اقتباسات شائع بھی ہو چکے ہیں۔ اس کی مثنویاں "سیف الملوک و بدیع الجمال" (۱۰۳۵ھ) اور طوطی نامہ (۱۰۴۹ھ) فارسی کے بہترین اردو ترجمے ہیں، اور اچھی معلوم ہوتے ہیں۔

جنیدیؔ "ماہ پیکر" (۱۰۶۱ھ) کا مصنف ہے۔ اس کے متعلق پروفیسر محفوظ الحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ ہندوستانی میں شائع کیا ہے جس میں اس کے کلام کے طویل نمونے بھی درج کئے ہیں۔ ابن نشاطی اصل میں نثر نگار تھا لیکن اس نے محض تجربتہً جو اعلیٰ پایہ مثنوی پھولبن (۱۰۶۶ھ) لکھی اس سے اس کی طبیعت کی نفاست اور ذوق کی خوبی کا پتہ چلتا ہے اس کے اقتباس "اردو شہ پارے" اور "یورپ میں دکنی مخطوطات" وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں مگر یہ ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس سے ابھی اردو دنیا کو محروم رکھا جائے۔

قطبؔ (سلطان محمد قطب شاہ متوفی ۱۰۳۵ھ) عبد اللہ (سلطان عبد اللہ قطب شاہ متوفی ۱۰۸۳ھ) اور شاہیؔ (سلطان علی عادل شاہ ثانی متوفی ۱۰۸۳ھ) تینوں بادشاہ ہیں اور بادشاہ سخن بھی۔ ان کے کلام کے مجموعے موجود ہیں۔ اول الذکر تاجداروں کے کلام کے نمونے "محبوب الزمن" "اردوے قدیم" "اردو شہ پارے"۔ اور "دکن میں اردو" وغیرہ میں مندرج ہیں۔ شاہیؔ کا کلیات حال ہی میں دستیاب ہوا ہے اور اس پر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے ایک مضمون "رسالہ معارف" میں چھپوایا ہے۔ یہ تینوں مجموعے اردو مطبوعات میں قابل قدر اور اہم اضافے ہوں گے اگر یہ چھپ جائیں۔

طبعیؔ اور غلامیؔ گولکنڈہ کے شعرا ہیں اور اپنی شاعری کی خوبیوں اور اعلیٰ

خصوصیات کی وجہ سے سلطنت قطب شاہیہ کے آخری ملک الشعرا سمجھے جا سکتے ہیں۔ طبعی نے مثنوی "بہرام و گل اندام" (۱۰۸۱ھ) لکھی وہ ایک اچھا غزل گو بھی تھا اور دبستان وجہی سے متعلق تھا اُس نے اپنے کلام میں وجہی کی طرح معنی آفرینی اور نزاکت خیال پر زیادہ زور دیا ہے۔ غلام علی عہد ابو الحسن تانا شاہ (۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ) کا شاعر ہے۔ اس نے "پدماوت" (۱۰۹۱ھ) کو اُردو میں منتقل کیا ہے اِس کے خیالات اور طرز ادا ظاہر کرتی ہے کہ وہ طبعی کے خلاف دبستان غواصی سے متعلق تھا۔ متذکرہ دو نوں مثنویوں کے اقتباسات مختلف کتابوں میں چھپ چکے ہیں۔

رستمی، ملک خوشنود، نصرتی اور شاہ امین بیجاپور کے آخری بلند پایہ اساتذہ سخن ہیں۔ اور ان سب کے کلام کے کچھ کچھ نمونے اس وقت تک منظر عام پر آ چکے ہیں اول الذکر دونوں عہد محمد عادل شاہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) سے متعلق ہیں اور موخر الذکر علی عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۰۸۳ھ) اور سکندر عادل شاہ (۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ) کے عہد سے۔

رستمی زبردست ادیب، قصیدہ گو اور خطاط تھا۔ مگر اس وقت تک اس کی صرف ایک عظیم الشان اور نہایت ہی ضخیم مثنوی خاور نامہ (۱۰۵۹ھ) کا پتہ چلتا ہے جو اردو زبان کی سب سے طویل مثنوی ہے۔ اس کا نہایت مطلا و مذہب اور مصور نسخہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ کتاب ان جملہ مثنویوں کے مقابلہ میں غالباً اول قرار دی گئی تھی جو بیجاپور کی

ملک شہر بانو بیگم کی فرمایش پر بیجاپور میں لکھی گئی تھیں۔

ملک خوشنود اصل میں گولکنڈہ ہی کا شاعر تھا مگر شہزادی خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم کے ساتھ جہیز میں بیجاپور روانہ کیا گیا تھا جہاں محمد عادل شاہ کے دربار میں اس نے اپنے ذوقِ سخن اور حسنِ سلیقہ کی وجہ سے خاص منزلت حاصل کر لی تھی۔ اس شاعر کی دو مثنویوں "یوسف زلیخا" اور "ہشت بہشت" (۱۰۵۶ھ) کا پتہ چلتا ہے جو امیر خسرو کی فارسی مثنویوں کے ترجمے ہیں۔

نصرتی شاہی کے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ اس کے قصائد اور مثنویاں (گلشن عشق ۱۰۶۸ھ اور علی نامہ ۱۰۷۶ھ) اردو زبان کے بہترین جواہر پارے سمجھی جا سکتی ہیں۔ اس کے حالات اور کلام کے نمونے مختلف کتابوں اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

شاہ امین الدین اعلیٰ بیجاپور کے اولیائے کرام سے ہیں۔ اچھے شاعر بھی تھے مگر افسوس ہے کہ ان کا پورا کلام اب تک شائع نہیں ہوا۔

اس دور میں متعدد مرثیہ نگار مثلاً ہاشمیؔ، مرزاؔ وغیرہ بھی گذرے ہیں مگر ان کے مکمل مرثیے اس وقت تک دستیاب نہیں ہو سکے۔

اردو شاعری کا چوتھا دور ایک عبوری زمانہ پر مشتمل ہے۔ اس میں دکن کی سیاسی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی زبان اور شاعری بھی زوال پذیر ہونے لگتی ہے مگر یہ عہد اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ اس میں شمالی ہندوستان خاصکر دار السلطنت

دہلی اردو شعر و شاعری سے روشناس ہوا اور وہاں کے شعرا فارسی گوئی ترک کرکے اردو شعر و سخن کی طرف مائل ہوئے۔

یہ فطرت کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ اگرچہ اس زمانہ میں بظاہر شمال کی مغل فوجوں نے دکن کو فتح کر لیا تھا مگر جہاں تک زبان و ادبیات کا تعلق ہے اصل میں دکن نے شمال کو فتح کیا۔ اگر اس وقت شہنشاہ اورنگ زیب کے ہاتھوں دکن کی سلطنتیں تباہ و برباد ہو جاتیں اور دکن کے خزائن علمیہ و ادبیہ اور گنجینہ ہائے شعر و سخن مال غنیمت بن کر مغل سپاہیوں کے ساتھ شمال نہ پہنچ جاتے، نیز دکنی شعرا اور اہل ذوق شمال میں اور شمال کے دکن میں آنے جانے نہ پاتے اور اس طرح اردو کی علمی و ادبی قابلیت کا اہل شمال کو احساس نہ ہونے پاتا تو نہ معلوم ابھی کتنے عرصہ تک شمالی ہندوستان میں اردو زبان کس مپرسی کی حالت میں پڑی رہتی اور فارسی کا دور دورہ رہتا۔

یہ زمانہ صحیح معنوں میں دورِ اختلاط کہا جا سکتا ہے کیونکہ صدیوں کے اختلاف و جدائی کے بعد اس عہد میں دکن اور شمال میں ایک گونہ تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت دکن کے شاعروں میں جنہوں نے شمال کا سفر کیا ولی، آزاد، فراقی، عزلت، اور درد مند وغیرہ اور شمال کے شاعروں میں جو دکن آئے تھے ندیم، زٹلی، فطرت، آرزو وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان شعرا کے باہمی میل جول کے علاوہ جو واقعہ دہلی میں اردو شاعری کے آغاز کا باعث ہوا (اور جس کا ذکر ابھی کیا گیا)

دکن کی اکثر و بیشتر اُردو کتابوں کا اورنگ زیب کی فتحمند فوجوں کے ساتھ مالِ غنیمت بن کر شمالی ہند میں پہنچ جاتا ہے۔

اُردو شاعری کے اس چوتھے دور کے سیکڑوں دکنی شاعروں کا پتہ چلتا ہے مگر ان میں جو زیادہ مشہور ہیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ عشرتی، عاجز، ولی اورنگ آبادی، ولی ویلوری، فراقی، سراج، عزلت، وجدی، آگاہ، داؤد، صارم وغیرہ اور مرثیہ نگاروں میں ہاشم علی، ذوقی، روحی، رضی، مرزا، قادر، غلامی، کاظم و غیرہ

اول الذکر دو کے کچھ حالات اور کلام کے نمونے شائع ہو چکے ہیں مگر ان کی مثنویاں "دیپک پتنگ"، "چت لگن" اور "ملکہ مصر" وغیرہ اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔ ولی اورنگ آبادی اور ولی ویلوری دونوں کا کلام چھپ چکا ہے۔ اول الذکر کا کلیات سب سے پہلے مشہور فرانسیسی محسن اُردو گارساں دتاسی نے پیرس کے شاہنشاہی دارالطبع سے شائع کیا تھا۔ اور چند سال قبل مولوی سید محمد احسن صاحب مارہروی نے کئی نسخوں سے مقابلہ کرکے اس کا اور ایک مجموعہ شائع کیا ہے ولی دکنی کی "روضتہ الشہدا" چھپی تھی مگر اب کمیاب ہے۔

فراقی، سراج، عزلت اور آگاہ کے کلام کے صرف نمونے چھپے ہیں۔ آگاہ پر "انجمن طلبا قدیم دارالعلوم" کے سلسلہ تالیفات اُردو میں ایک چھوٹی سی کتاب چھپی تھی بعد میں پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب اور مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے اس پر تفصیلی مضامین شائع کئے۔ شاہ سراج پر مولوی غفور احمد صاحب کام کر رہے ہیں

اس دور کے مرثیہ نگاروں کا مکمل کلام اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ ان کے حالات اور کلام کے چند نمونے راقم نے رسالۂ اردو میں شائع کئے تھے۔ پھر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے بھی اس موضوع پر کئی مضمون لکھے۔
اردو شاعری کے اس دور کی نسبت ابھی بہت کچھ معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہے

دکن کی اردو شاعری کے پانچویں دور میں عاجز، درگاہ، شیدا، شفیق، تجلی، ایمان، قیس، چندا، شاداں، ایما، اور احسان وغیرہ قابل ذکر شعرا ہیں۔ اول الذکر دو مرثیہ گو تھے جن پر مولوی میر سعادت علی رضوی صاحب نے تحقیقی کام کیا ہے۔ چنانچہ درگاہ پر ان کا ایک تفصیلی مضمون "مجلہ عثمانیہ" میں شائع ہو چکا ہے۔ شیدا کی اعجاز احمدی بھی ایک دلچسپ مثنوی ہے۔
شفیق کے حالات، نمونہ کلام، اور تذکرہ (چمنستان شعرا) مولوی عبد الحق صاحب نے انجمن ترقی اردو سے شائع کیا ہے۔ شاہ تجلی اس دور کی عجیب و غریب شخصیت ہیں۔ انہیں فنون لطیفہ سے خاص شغف تھا۔ ان کی حیات اور کارناموں پر پروفیسر عبد القادر سروری صاحب سرگرم کار ہیں۔ ایمان پر سید اشفاق حسین صاحب کام کر رہے ہیں اور ان کے تلامذہ قیس اور چندا پر بھی سید اشفاق حسین صاحب اور سید اختر حسن صاحب علی الترتیب مصروف کار ہیں۔
شاداں (مہاراجہ چندولال) اردو شعر و سخن کے فیاض سرپرست تھے ان کا دیوان

چھپ چکا ہے۔ مگر کچھ کلام ابھی غیر مطبوعہ ہے جس کو معین الدین صاحب رہبر نے مرتب کر لیا جو ابھی شائع نہیں ہوا۔

اس دور کے اردو شعرا شمالی ہند (خاصکر دہلی) کے شاعروں سے زیادہ متاثر تھے۔ یوں تو اس سے قبل کا دور بھی اہل شمال کے میل جول کی وجہ سے ٹھیٹ دکنی طرز سخن کا تبع نہیں رہا تھا مگر اس دور کے شاعروں کی زبان دکنی ہی تھی اور اُن کے اثر سے شعرائے دہلی نے بھی دکنی زبان ہی میں اشعار لکھنے شروع کئے تھے۔ مگر اس اثنا میں مظہر اور اُن کے زیر اثر یقین سودا، میر اور تاباں وغیرہ کی مساعی نے شمال سے اس دکنی اثر کو زائل کر دیا اور وہاں کے شعرا دکنی طرز کو چھوڑ کر دہلی کے اردوئے معلی کے محاورے اور زبان لکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن کے شاعروں کو بھی اپنے وطن اور اسلاف کی زبان ترک کر کے شعر و سخن کے لئے دہلی کی زبان اختیار کرنی پڑی۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ایک تو اس عرصہ میں دکن میں میر، سودا اور یقین جیسے اردو شاعر پیدا نہیں ہوے اور دوسرے چونکہ عہد قطب شاہیہ عادل شاہیہ کے بعد سے دکن کے حکام اہل شمال ہی تھے اس لئے دکن میں شمالی ہند ہی کے شاعروں کی قدر و منزلت ہونے لگی۔ چنانچہ اس وقت تک لطف، شہید، نصیر، مشتاق، آفاق، شہرت، منت، کمترا اور صفا وغیرہ جیسے بیسیوں شمال کے شعرا دکن آ چکے تھے۔

ان بیرونی شاعروں کی غیر معمولی قدر و منزلت دیکھنے کے بعد دکن کے شاعروں کو بھی انہی کی پیروی کا خیال پیدا ہوا چنانچہ اس دور کے دکنی شعرا کی زبان بالکل بدل گئی اصناف سخن کے لحاظ سے بھی وہ شمالی شعرا کے مقلد ہو گئے جس کی بنا پر طویل نظموں کا

رواج کم ہوگیا اور خاصکر رزمیہ و بزمیہ مثنویاں (جو قدیم دکنی شاعری کی جان ہیں اور جن کی وجہ سے اردو ادب کا خزانہ مالامال سمجھا جاتا ہے) اس دور سے مفقود ہونی شروع ہوئیں۔

دکن کی اردو شاعری کے چھٹے دور میں فیض، خاموش، تمیز، ذکا، پاس، عصر، باقی، فیاض اور ناجی وغیرہ اساتذۂ فن گذرے ہیں۔ اس زمانہ میں شاعری کے بہ نسبت نثر کو زیادہ فروغ ہوا۔ یہ اصل میں دور تالیف و تراجم تھا کیونکہ اس وقت حیدرآباد میں نواب شمس الامرا اور ان کا خاندان مربی علم و فضل اور قدردان ادب تھا اور اگرچہ خود اس خاندان میں اچھے شاعر پیدا ہوئے مگر ان بزرگوں کو تاریخ و جغرافیہ کے علاوہ زیادہ تر سائنس اور ریاضی وغیرہ سے دلچسپی تھی۔

اس عہد کے شاعروں میں فیض خدائے سخن سمجھے جاتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جیسا بلند مرتبہ شاعر اور کثیر التصانیف ادیب عہد قطب شاہیہ کے بعد سے حیدرآباد میں نہیں پیدا ہوا۔ ان کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی تھی چنانچہ خود اس موضوع پر ایک مبسوط تذکرہ موجود ہے۔ فیض نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں جن میں سے بعض ان کی زندگی ہی میں شائع ہو چکی تھیں۔ ان کے حالات اور کلام پر مرزا سرفراز علی صاحب کام کر رہے ہیں۔

خاموش اور ناجی بھی اچھے شاعر تھے اول الذکر کا کلام چھپ چکا ہے وہ زیادہ تر مذہبی اور صوفیانہ رنگ میں لکھتے ہیں۔ موخر الذکر زیادہ تر نوحے لکھا کرتے تھے تمیز نواب شمس الامرا کے

چھوٹے لڑکے بدرالدین خاں منظم الملک کا تخلص تھا۔ وہ ایک بڑے حسن کار اور اچھے شاعر تھے ذکاؔ اس دور کے وہ حیدرآبادی سخن طراز ہیں جن کی شاعری کی مدحت طرازی میں مرزا اسداللہ خان غالبؔ کے کئی خطوط رطب اللسان ہیں۔

دکن کے شاعروں کا ساتواں دور مائلؔ، لمعہؔ، توفیقؔ، شائقؔ، معلیؔ، کیفیؔ، الم، آصفؔ، عثمانؔ، عزیزؔ، دلؔ، شادؔ، امجدؔ، صغیرؔ اور ذہینؔ وغیرہ صاحبان سخن پر مشتمل ہے۔ افسوس ہے کہ ان میں سے اکثر اب موجود نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے شادؔ، عثمانؔ، عزیزؔ، امجدؔ اور صغیرؔ وغیرہ کی ہستیاں بسا غنیمت ہیں۔ اگرچہ اس دور کے اکثر شعرا کا کچھ نہ کچھ کلام چھپ چکا ہے لیکن بعض کے مجموعے نہایت کمیاب ہیں۔

اِس دور کے قریب قریب جملہ شعرا بیرونِ ملک کے اساتذۂ فن (جو حیدرآباد آئے) مثلاً میکشؔ، ترکیؔ، داغؔ، بیدلؔ، امیرؔ، نظم طباطبائیؔ اور جلیلؔ وغیرہ کے تلامذہ ہیں۔ ان کے علاوہ اس عہد میں متعدد دوسرے شعرا مثلاً شیفتہؔ، علویؔ، حبیبؔ، ضامنؔ، جوشؔ، صدقؔ اور فانیؔ وغیرہ بھی شمالی ہند سے دکن میں آئے۔

اِس دور کی اہم خصوصیت یہی ہے کہ اس میں گذشتہ دو ادوار سے قدیم معیاری اُردو یعنے دکن کی زبان کو ترک کر کے شمالی یعنے جدید معیاری اُردو پر قابو حاصل کرنے کی جو کوشش کی جا رہی تھی اس کو انتہائی مدارج پر پہنچا دیا گیا۔ زبان کے علاوہ اِس عہد کے دکنی شعرا نے اصناف سخن میں بھی شمال کے اساتذۂ فن کے قدم بقدم رہنے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس دور کے شعرا میں شایق، توفیق، امجد، صفی، عیسیٰ اور رشاد کے کلام میں تصوف کی جھلکیں نمایاں ہیں اور ان میں سے بعض تو اردو کے بہترین عارف اور صوفی شعرا سمجھے جا سکتے ہیں۔ کیفی، ذہین اور آزاد نے عصرِ حاضر کی خصوصیات اور ضرورتوں کے لحاظ سے اپنی قوتِ سخن کے اظہار کے لئے نئے میدان پیدا کر لئے ہیں۔

دکن کی مسلسل خدماتِ شعر و سخن کا یہ ایک سطحی اور سرسری تبصرہ ہے۔ اس موقع پر تفصیل کی گنجایش تھی اور نہ ضرورت۔ اس حقیقتِ حال کا اعتراف لازمی ہے کہ اس سلسلہ میں بیسیوں ایسے شعرا کے نام شریک نہیں ہیں جو اساتذۂ فن کے رتبہ تک نہیں پہنچے یا جن کی نسبت ابھی ہماری معلومات محدود ہیں۔ وہ زمانہ آنے والا ہے جب اس قسم کے جملہ شاعر گوشۂ گمنامی سے منظرِ عام پر آئیں گے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ اس وقت بعض نوجوان خاص خاص اساتذہ پر مشغول کار ہیں جن کا ذکر انہی صفحات میں اپنی اپنی جگہ پر درج ہو چکا ہے۔ یہاں البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ بعض احباب کی توجہ اور مشورہ سے فی الحال زمانہ حال یعنے دورِ ہفتم کے چند شعرا کے ایسے انتخابات شائع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے جو اردو ادب میں اضافہ کا باعث ہوں گے اور جن کے مطالعہ سے اردو کا ذوق رکھنے والے نوجوان اپنے ذوقِ سخن میں ترقی کر سکیں گے۔

ڈاکٹر احمد حسین مائل

مائلؔ اور اُنکی شاعری

ڈاکٹر احمد حسین مائلؔ سنہ ۱۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد حاجی محمد رضا حسین رضا ابن حاجی حافظ مُبارک احمد خاں بہادر علاقہ صرفِ خاص میں میر منشی تھے۔ ان کا خاندانی سلسلہ شمالی ہند میں قاضیان گوپا مؤ و مدراس میں والا جاہی خاندان سے ملا ہوا ہے۔ ان کے اجداد میں افغانستان کے سلطان شہاب الدین فرخ شاہ اور شیخ سلیمان فاروقی خاصکر قابل ذکر ہیں۔

مائلؔ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین ہی سے حاصل کی۔ فارسی کے کچھ سبق اپنے والد کے استاد میر مہدی حسین ثاقبؔ سے بھی تبرکاً لئے تھے۔ انگریزی، حساب، اقلیدس اور دیگر علوم میں کافی مہارت پیدا کی تھی چنانچہ امتحانات کی اعلیٰ اور مسلسل کامیابیوں کی بنا پر سرکار سے ماہانہ پچھتر روپئے الونس پاتے رہے۔ پھر مدرسہ طبابت سرکار عالی میں ساڑھے پانچ سال تک زیر تعلیم رہے۔ اس اثنا میں انہیں سالانہ وظیفہ تعلیمی بھی ملتا رہا۔ کامیابی امتحان کے بعد نواب مختار الملک کے ہاتھ سے سنہ ۱۲۹۲ھ میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔

مائلؔ کو طب یونانی اور ہومیوپیتھک سے بھی دلچسپی تھی۔ وہ اپنے فن کے خاص ماہر تھے چنانچہ اُن کے بعض اہم علاج اضلاع سرکار عالی میں اسوقت تک زبان زد خاص و عام ہیں۔ اُن کے خاندان اور حالات زندگی کے متعلق

"تزک محبوبیہ" اور "تذکرہ شعرائے دکن" وغیرہ میں تفصیل موجود ہے اس لئے اس مختصر انتخاب کے ساتھ ان امور کی طرف صرف اشارہ کر دینا ہی کافی ہے۔

طب کے بعد شعر و شاعری ہی مائل کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ شاعر پیدا ہوئے تھے چنانچہ بچپن ہی سے مقفیٰ فقرے اور موزوں مصرعے اُن کی زبان سے نکلا کرتے تھے۔ فارسی میں اپنے والد رضا سے اصلاح لیتے تھے اور جب سترہ سال کی عمر سے مشاعروں میں شریک ہونے لگے تو غلام امام شہید کے ہمشیر زادہ محمد سرفراز علی وصفی سے اصلاح لینی شروع کی۔ وصفی مرحوم کیپٹن اعجاز علی اظہر کے والد اور میجر فرحت علی سابق صدر عثمانیہ میڈیکل کالج کے چچا تھے اور اپنے زمانے کے ماہر فن اساتذہ سخن میں شمار کئے جاتے تھے۔

مائل کی جودت طبع اور ولولۂ سخن نے استاد کو بہت جلد اُن کی طرف مائل کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف تین سال کے عرصہ میں شاگرد خود استاد بن گیا۔ چنانچہ ایک مشاعرہ میں مائل اور اُن کے ایک استاد بھائی احمد اللہ واصل نے (جو ہمیشہ مشاعروں میں اُن کے ساتھ ساتھ رہتے تھے) اپنی اپنی غزلیں سنائیں تو جہاں اکثر اصحاب نے تعریف کی بعض حاسدوں نے آوازے کسنے شروع کئے حتیٰ کہ کہا کہ "یہ تو اپنے استاد سے لکھوا لاتے ہیں"۔ اس واقعہ سے یہ دونوں اتنا متاثر ہوئے کہ ترک شاعری کا تہیہ کر لیا اور دوسرے روز وصفی مرحوم کے یہاں اپنا تمام اثاثۂ شاعری لئے ہوئے پہنچے اور کہا کہ "یہ سب آپ کے حوالے ہے استاد

ہم شاعر نہیں"۔ استاد نے نہایت شفقت و دلسوزی سے کہا کہ "آئندہ کا ارادہ تو آئندہ پر رہا مگر یہ تو بتاؤ کہ آخر یہ برہمی کیوں ہے؟ کیا واقعہ گذرا جو تم اتنا متاثر ہوئے"
مائل نے رات کے مشاعرہ کا واقعہ سُنانے کے بعد کہا کہ "اگرچہ عموماً بعض استاد اپنے شاگردوں کو بوقت اصلاح اپنے ایک دو شعر بھی دیا کرتے ہیں مگر حضرت کا یہ حال ہے کہ ایک آدہ مصرعہ اور شعر تو بڑی چیز ہے ایک آدہ لفظ بھی دینا پسند نہیں فرماتے۔ اور ہمارے ایسے اشعار قطعاً قلمزد فرما دئے جاتے ہیں جو ایک آدہ لفظ کی الٹ پھیر سے بہت چست ہو سکتے ہیں۔ اور بعد اصلاح صرف وہی شعر چھوڑ دیے جاتے ہیں کہ جن میں ایک لفظ بھی نہ بنایا گیا ہو۔ اس طریقۂ عمل کی یہ وضاحت بھی فرمائی گئی ہے کہ اس طریقہ سے طبیعت بڑھتی ہے۔ حقیقت حال تو یہ ہے۔ مگر ہم کو جو صلہ ملتا ہے وہ یہ کہ ہم استاد کا کلام اپنے نام سے مشاعروں میں پڑھتے ہیں"

یہ واقعہ سنکر اور اس برہمی کی کیفیت کو دیکھکر استاد متبسم ہوئے اور مبارکباد دی۔ شاگرد حیران تھے کہ یہ مبارکباد کا کیا محل ہے؟ پھر خود ہی استاد نے کہا کہ "دو شکرانہ کا دوگانہ ادا کرو اور خوشی مناؤ کہ اللہ نے تم کو یہ درجہ عطا فرمایا کہ اب لوگوں کو تمہارے اور تمہارے استاد کے کلام میں کوئی امتیاز نہ رہا۔ اس سے بڑھکر اور کیا چاہتے ہو کہ تمہارے کلام کو تمہارے استاد کا کلام قرار دیا جاتا ہے"

مائل کی زندگی کا زیادہ تر حصہ (یعنے تقریباً تیس ۳۰ سال) ملازمت کی وجہ سے

اصلاح ہی پر گزرا۔ البتہ وظیفہ لینے سے تین سال قبل حیدرآباد میں دوخانہ علی آباد پر تبادلہ ہو گیا تھا نماز فجر کے بعد عموماً ایک دو گھنٹے مائل کی فکر سخن کا وقت ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد بارہ بجے تک مطب میں رہتے تھے۔ واپسی اور طعام کے بعد کچھ دیر تک قیلولہ کرتے پھر پانچ چھ بجے تک مطالعۂ کتب اور جب کبھی ان کے فرزند ساتھ ہوتے تو یہ وقت درس و تدریس میں گزر جاتا۔ پانچ چھ بجے سے رات کے آٹھ نو بجے تک عموماً چار پانچ ملاقاتی روزانہ آتے رہتے۔ اور جب کبھی مہینہ دو مہینہ کے لیے حیدرآباد آتے تو صبح سے شام تک احباب کا مجمع ہوتا اور اکثر و بیشتر شعر و سخن کا چرچا رہتا۔

قیام اصلاع کے باوجود اکثر اشخاص مائل کے یہاں اپنا کلام بغرض اصلاح روانہ کرتے تھے۔ وہ جدید حضرات کو اکثر یہی ہدایت دیتے کہ ایسے اصحاب کو اپنا کلام دکھائیں جن سے بالمشافہ اصلاح لینے کا موقع ملے۔ اکثر و بیشتر انکار کر دیتے تھے۔ لیکن پھر بھی متعدد اصحاب کے کلام پر ان کے شدید تقاضہ و اصرار کی وجہ سے نظر ڈالنی پڑتی تھی۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جن میں اہل دکن کے علاوہ اہل شمال بھی شامل تھے۔ ان کے خاص تلامذہ میں قابل ذکر یہ ہیں:-

(۱) دائم جنگ آلم (۲) صادق جنگ حلم (۳) سید یوسف حسینی اعظم (۴) وحید الدین رسا (۵) مفتی اعظم علی شائق (۶) عبدالسلام راغب (۷) عبدالوہاب جاصم (۸) خواجہ فیاض الدین فائق وغیرہ

مائل ہمدرد اور یار باش انسان تھے۔ کم استطاعت مریضوں کو اپنے صرف سے بمبئی سے دوائیں منگوادیتے تھے۔ ان کے یہاں اکثر مہمانوں کا مجمع رہتا اور بعض دوستوں کی سالہاسال تک پابندی کے ساتھ ماہانہ مدد کرتے رہے۔ آخر عمر میں مذہبی رنگ بہت حاوی ہوگیا تھا۔ حضرت آغا داؤد صاحب سے بیعت تھی۔ ان کی فرمائش پر ایک "میلاد مبارک" لکھی تھی جس کو انھوں نے بہت پسند فرمایا۔ اس کے بعد سے مائل نے سوائے نعت شریف کے کچھ نہیں لکھا چنانچہ ایک نعتیہ دیوان مکمل ہوگیا تھا۔

حیدرآباد میں تبادلہ ہونے کے بعد سے فرائض منصبی کے بعد اکثر وقت مراقبہ میں گذارتے تھے یہاں تک کہ سواری میں بھی یہی عالم رہتا تھا۔ جب وظیفہ لے کر ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو اپنے مرشد کی درگاہ کے قریب آغا پورہ میں ایک مکان میں مقیم ہوگئے۔ چند روز کے بعد فالج میں مبتلا ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ سال مبتلا رہنے کے بعد ۲۴ر رمضان ۱۳۴۲ھ م ۹ مہر ۱۳۳۳ف کو وفات پائی اور اپنے مرشد کی درگاہ کی سیڑھیوں کے سامنے جانب غرب دفن ہوئے۔

مائل نے اردو زبان کی لازوال خدمت کی ہے۔ وہ دکن کے ان خاص خاص شاعروں میں سے ہیں جن کے کارنامے دنیائے اردو میں ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھے جائیں گے۔ ان کے زمانہ میں دکن میں کوئی ان کا ہم پلہ شاعر نہ تھا۔ استادالاساتذہ حضرت فیض کے بعد سے ان کے جیسا قادرالکلام پختہ مشق، اور پر گو شاعر کوئی نہیں

پیدا ہوا۔ مائل میں وہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک حقیقی اور بلند مرتبہ شاعر میں ہونی چاہئیں۔ رفعت تخیل، فکر کامل، قادر الکلامی، شوخ طبعی اور جرات رندانہ اتنی خصوصیتیں بہت کم ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں اور فطرت کی یہی وہ فیاضی تھی جس نے مائل کو یکتائے عصر بنا دیا۔ انہوں نے قریب قریب ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ان کی غزلوں میں شوخی، رندی و مستی، اور کہیں کہیں تصوف کی بھی جھلک پائی جاتی ہے، ان کے قصیدے لفظی شان و شکوہ اور قادر الکلامی کے اچھے نمونے ہیں۔ ان کے مرثیے ان کے قلم کی روانی اور قوت بیان کے دلچسپ ترجمان ہیں۔ اور ان کی رباعیاں نوحے میلاد نامے، نعتیہ کلام، اور منقبتیں روحانی لذتوں اور گوناگوں قلبی کیفیتوں سے مالا مال ہیں۔

مائل کے قریب قریب پندرہ ہزار شعر کا پتہ چلا ہے۔ اور جو کلام انہوں نے دوسروں کو دیدیا یا ان کے بعد تلف ہو گیا وہ اس کے سوا ہے۔ سنہ ۱۳۲۱ھ م سنہ ۱۹۰۳ء تک ان کے کلام کے تین مجموعے شائع ہو چکے تھے۔ دو نعت میں جن کے نام "نور ظہور" اور "ظہور نور" ہیں، اور ایک "تحفۂ دکن" جس میں ہر صنف سخن کے نمونے شامل ہیں۔ یہ مجموعہ تقریباً سات ہزار شعر پر مشتمل ہے اور سنہ ۱۳۱۴ھ م سنہ ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا ہے۔ اسکی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر غزل پر مصنف کی وہ عمر درج ہے جو اسکی تصنیف کے وقت تھی "تحفۂ دکن" کے بعد انہوں نے چار ہزار شعر کا اور ایک دیوان بھی مدون کیا تھا۔ اس کے علاوہ آخر عمر میں نعتیہ کلام کا بھی اور ایک دیوان مرتب

ہو گیا تھا۔ ان دونوں کے قلمی نسخے اس وقت موجود ہیں۔ اس مدون کلام کے علاوہ بہت سی غزلیں، مرثیے، رباعیاں اور معراج نامے وغیرہ خود مصنف ہی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے محفوظ ہیں۔

مائل کے اس مجموعۂ شعر و سخن کے مطالعہ سے اُن کی شخصیت کی اصلی عظمت بے نقاب ہونے لگتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے قادر الکلام اور پُرگو شاعر تھے۔ ان کے یہاں کم غزلیں ایسی ملیں گی جو دو غزلہ اور سہ غزلہ نہ ہوں۔ بعض بعض زمینوں میں تو انہوں نے سو سو کے قریب شعر لکھے ہیں۔

کلام مائل کی دوسری خصوصیت نہایت ہی سنگلاخ اور مشکل زمینوں میں طبع آزمائی ہے۔ شاہ نصیر اور ذوق کے بعد اردو زبان کا شاید ہی کوئی ایسا شاعر پیدا ہوا ہو جو اس خصوص میں مائل کی ہمسری کر سکے۔ اس قسم کی بعض زمینوں کی مثالیں اور ان میں مائل کے اشعار کی تعداد کے علم سے مائل کی دقت پسندی اور قدرت کلام کا ثبوت ملیگا۔

۱۔ کیوں نہ تڑپے راستے میں خاک پتھر زیر پا۔ قافیہ مضطر ردیف زیر پا شعر ۲۴

۲۔ آغوش نقش پا یہ ہے آغوش نقش پا۔ ” ہوش ” نقش پا ” ۴۶

۳۔ آفتاب آئے چمک کر جو سر جام شراب۔ ” سحر ” جام شراب ” ۲۲

۴۔ ہیں لب و خط و رخ انور سفید و سبز و سرخ۔ ” گوہر ” سفید و سبز و سرخ ” ۳۵

۵۔ ہے عندلیب باغ سے دور اور شکستہ پر۔ ” ایاغ ” سے دور اور شکستہ پر ” ۲۸

۷۔ دل میں میاں کسی داغ پہ رنگ پرطاؤس۔ قافیہ فرنگ ردیف پرطاؤس ۲۱

۸۔ دل لیکے اڑی کاکل جانانہ سر دوش۔ ،، پروانہ ،، سر دوش ۳۰

۹۔ خمیدہ ہو کر رہے گا ہر ایک تار گیسو ہلال عارض ،، بہار ،، گیسو ہلال عارض ۳۵

۱۰۔ ہے نظر میں یہ جہاں پروانہ و فانوس و شمع ،، آسماں ،، پروانہ و فانوس و شمع ۳۰

۱۱۔ [illegible] آئینہ شانہ شمع۔ ،، خبر ،، آئینہ شانہ شمع ۱۴

۱۲۔ آسماں [illegible] اور دھواں بتی چراغ ،، پتھر ،، دھواں بتی چراغ ۳۱

۱۳۔ [illegible] پھول میرے گھر میں گل و دل بہار و باغ ،، نظر ،، میں گل و دل بہار و باغ ۱۹

۱۴۔ [illegible] شکن ایک اشتر ایک سطر ،، چمن ،، ایک سطر ایک سطر ۲۰

۱۵۔ خاص تحفہ میں بھیجا ہے دلبر ہو سونے کا ورق ،، خنجر ،، ہو سونے کا ورق ۲۳

۱۶۔ اترتا ہے ڈوب کر وہ تا بہ گردن آب میں ،، چلمن ،، آب میں ۹۶

۱۷۔ فرقت کا نہیں رنج گلا اور ہی کچھ ہے۔ ،، دوا ،، اور ہی کچھ ہے ۳۴

مائل کے کلام میں متعدد غزلیں ایسی بھی نظر سے گذرتی ہیں جو غالباً اردو کے مشہور و معروف اساتذہ کی خاص خاص غزلوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ میر، سودا، انشا، نصیر، انیس، دبیر، ناسخ، آتش، ذوق، مومن اور غالب غرض کوئی ایسا استاد نہیں جس کی غزل قصیدہ یا رباعی وغیرہ کی زمین میں مائل نے طبع آزمائی نہ کی ہو محض تفریح طبع اور بعض وقت قدرت کلام دکھلانے کی غرض سے اس قسم کی کوشش کی گئی تھی مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آورد اور التزام کے باوجود بعض شعر

ایسے نکل پڑے ہیں جو واقعی ان اساتذۂ قدیم کے جواہر پاروں کے پہلو بہ پہلو رکھے جا سکتے ہیں۔ ممکن تھا کہ مائل کے اس قسم کے اشعار بطور نمونہ و مقابلہ یہاں پیش کئے جاتے مگر اس موضوع پر آج سے ۴۳ سال قبل مائل کے ایک شاگرد اعظم نے ۱۳۳۲ھ میں سواد و سو صفحات (۲۲۵) کی ایک ضخیم کتاب "زمزمۂ ہندو دکن" شائع کی تھی جس میں اکثر اساتذۂ فن کے کلام کے ساتھ ساتھ مائل کے کلام کو پیش کیا گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ بعض جگہ شاگرد کا جوشِ عقیدت انتہائی حد کو پہنچ گیا تھا اور اسی وجہ سے استاد کی شہرت بری طرح متاثر ہوئی اور ان کی صحیح عظمت بے نقاب نہ ہو سکی۔

"زمزمۂ ہندو دکن" اصل میں اُن معترضوں کے جواب میں لکھی گئی تھی جو ایک دکنی شاعر ہونے کی وجہ سے مائل کی استادی کا اعتراف نہیں کرنا چاہتے تھے اور زبان اور شعر و سخن کو بھی کسی خاص ملک بلکہ شہر یا محلہ کے رہنے والوں کی میراث سمجھے ہوئے تھے۔ اُس زمانہ میں اُردو کے اہلِ زبان صرف وہی محدودے چند خاندان یا اشخاص سمجھے جاتے تھے جو دہلی یا لکھنؤ کے خاص خاص محلہ جات میں سکونت پذیر تھے اور دوسرے ملک یا شہر یا محلہ کے وہ صاحبانِ علم و فضل یا شعر و سخن کا ذوق رکھنے والے بھی غیر اہلِ زبان سمجھے جاتے تھے جن کے اسلاف صدیوں سے اُردو زبان کو مادری زبان کے طور پر استعمال کرتے آئے تھے۔ اور جو سوائے اُردو کے اور کوئی زبان نہیں جانتے تھے۔ یہ مصنوعی اور مضحکہ خیز امتیاز اس درجہ مستحکم کر دیا گیا تھا کہ دوسرے مقامات کے رہنے سہنے والے بھی خود کو غیر اہلِ زبان سمجھنے لگے تھے اگرچہ اُن کی مادری زبان

اُردو ہی کیوں نہ ہو اور اس کے سوا وہ کوئی اور زبان بول ہی نہ سکتے ہوں۔

اُردو زبان میں اہل زبان اور غیر اہل زبان کا جھگڑا اُس وقت سے شروع ہوا جب عہد آصف الدولہ کے بعد سے خود لکھنؤ میں بڑے بڑے شاعر اور انشاپرداز پیدا ہونے لگے۔ اس وقت اہل لکھنؤ نے جس طرح سیاسی حیثیت سے خودمختاری کا اعلان کیا زبان میں بھی خود کو دہلی کی غلامی سے آزاد کر لیا۔ اور جیسے جیسے لکھنؤ کی تصنیف و تالیف میں اضافہ ہوتا گیا وہ ایک جداگانہ دبستان بنتا گیا۔ وہاں کے الفاظ، محاورے اور روزمرے جو پہلے غلط سمجھے جاتے تھے اور جن پر دہلی سے آئے ہوئے اصحاب اکثر معترض رہتے تھے اب مستند ہو گئے۔ یہ بغاوت اہل دہلی کے لئے ناگوار تھی۔ چنانچہ آپس میں چشمک بڑھنے لگی۔ اُدھر میرامن نے "باغ و بہار" میں اپنی زبان پر فخر کیا اِدھر رجب علی بیگ سرور نے "فسانۂ عجائب" میں اس کا جواب دیا کہ:-

"اگرچہ اس ہیچمیرز کو یہ یارا نہیں کہ دعویٰ اُردو زبان پر لائے یا اس افسانہ کو بطرز نثاری کسی کو سنائے۔ اگر شاہجہاں آباد کہ مسکن اہل زبان کبھی بیت السلطنت ہندوستان تھا۔ وہاں چندے بود و باش کرتا تو فصاحت کا دم بھرتا جیسا میرامن صاحب نے چار درویش کے قصہ میں بکھیڑا کیا ہے کہ ہم لوگوں کے ذہن و حصہ میں یہ زبان آئی ہے۔ دلی کے روڑے ہیں محاوروں کے ہاتھ پاؤں توڑے ہیں۔ پتھر پڑیں ایسی سمجھ پر یہی خیال انسان کا خام ہوتا ہے"

مگر اہل لکھنؤ کی آزاد خیالی اور ایک جداگانہ دبستان کے قیام کے باوجود

دہلی والوں کا احساس تفوق نہیں مٹ سکا۔ میر مہدی مجروح جن کی آنکھوں کے سامنے دہلی کی محفلیں تباہ و برباد ہوگئیں مرتے دم تک دہلی کی لکھنؤ پر فوقیت جتاتے رہے حالانکہ اُن کے استاد غالب ہمیشہ اُنہیں ڈانٹتے رہتے تھے کہ۔

"اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی۔ ارے اب اہل دہلی ہندو ہیں یا اہل حرفہ، یا خاکی ہیں یا پنجابی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں...... قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا۔ اب جو کنویں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہو جائے گا۔ اللہ اللہ دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں۔ واہ رے حسن اعتقاد۔ ارے بندۂ خدا اُردو بازار نہ رہا۔ اُردو کہاں؟ دلی کہاں؟"

دہلی اور لکھنؤ کے ان اختلافات کی وجہ سے ایک ایسا نامبارک جھگڑا اُردو بولنے والوں میں پیدا ہو گیا جس کے مضر اثرات سے اُردو اس وقت تک نجات نہ پا سکی۔ اہل زبان اور غیر اہل زبان یا زباندان کے مابین فرق و امتیاز کرنا جس ناگوار شکل میں اُردو دنیا میں پایا جاتا ہے کسی زبان کی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ ہندوستان میں اس کی ابتدا اُن ایرانی نو واردوں کی وجہ سے ہوئی جو ہندوستان کے عالموں اور فاضلوں کو اپنے مقابلہ میں کم رتبہ سمجھتے تھے اور اپنی فوقیت کا زیادہ تر ثبوت اپنے اہل زبان ہونے سے دیتے تھے۔ ہندوستان کا فارسی شاعر یا انشا پرداز

خواہ کتنا ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو ایک ادنیٰ درجہ کے ایرانی شعر گو کے مقابلہ میں ہار مان جاتا۔ یہ احساس پستی ہندوستانیوں کی رگ و پے میں اس قدر سرایت کر گیا تھا کہ ہر اہل قلم خود کو کسی نہ کسی طرح ایرانی النسل ثابت کرنا چاہتا تھا۔ قتیل اور واقف جو فارسی کے اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے مرزا غالب کی نظر میں اس لئے ذلیل ہیں کہ ہندوستانی الاصل ہیں۔

غرض جب لکھنؤ والوں نے زبان میں اصلاح اور کانٹ چھانٹ شروع کی تو دہلی والوں نے انہیں غیر اہل زبان قرار دیکر اُس پر اعتراضات کئے اور انہیں اس کام کا اہل نہیں سمجھا۔ لیکن جب رفتہ رفتہ لکھنؤ والوں نے اپنا لوہا منوالیا تو وہ بھی اہل زبان قرار پائے۔ لیکن بعد کو خود لکھنؤ والے بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے۔

یہ مضحکہ خیز تفرقہ آج تک باقی ہے گو اتنا شدید نہیں لیکن یہ اُردو کی ہمہ گیری کے لئے مضر ہے۔ اگر اُردو کو صحیح معنوں میں ترقی کرنا اور تمام ہندوستان کی زبان کہلانا ہے تو اس قسم کے تعصبات دور ہو جانے چاہیئے۔ پروفیسر سلیم نے لکھا تھا کہ:-

"یہاں زبان اور قلم کے بہت سے دربان موجود ہیں جو کہتے ہیں جو الفاظ پہلے زبان میں بن چکے وہ سب سماعی ہیں ان پر قیاس کرکے نئے الفاظ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر یہ مقولہ اُن اشخاص کا ہے جو پرانی لکیر کے فقیر ہیں جو اپنی زبان کو وسیع کرنا نہیں چاہتے بلکہ بنے بنائے الفاظ کو گھٹاتے اور ترک کرتے جاتے ہیں۔ ......

اُردو زبان اب دہلی اور لکھنؤ میں محدود نہیں رہی ہے۔ وہ ان حدول کو توڑ کر

باہر نکل چکی ہے۔ اُس کے لئے اب اُسی قدر وسعت کی ضرورت ہے جس قدر کہ ہندوستان میں وسعت ہے" (افادات سلیم صفحہ ۲۳)

یہی خیال مائلؔ کا بھی تھا۔ انہوں نے پروفیسر سلیم کی اس تحریر سے تیس پینتیس سال قبل ہی سے اپنے کلام میں اسکی طرف اشارے کرنے شروع کردیے تھے۔ اُن کو یقین تھا کہ اب اُردو اتنی محدود نہیں رہ سکتی اور اب دکن بھی لکھنؤ کی طرح غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر اپنی زبان کا لوہا منوائے گا۔ وہ کہتے ہیں۔ع

لکھنؤ اب حیدرآباد دکن ہوجائیگا

اور یہ محض ایک شاعرانہ ترنگ ہی نہیں ہے۔ وہ صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ اگر شعر وسخن کا یہی ذوق اور قدردانی جاری رہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں؎

مائلؔ جو ہو قدر اس ہنر کی ‏ ‏ ‏ ‏ دلی سے بڑھے یہ حیدرآباد

لیکن اس موقعہ پر اس حقیقت حال کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ مائلؔ کو جس ماحول سے مقابلہ کرنا پڑا وہ ان کے خیالات و معتقدات کے لحاظ سے نہایت ناخوشگوار تھا۔ اغیار تو اغیار خود اُن کے اہل ملک بھی یہی سمجھتے تھے کہ مائلؔ ایک غیر اہل زبان شاعر ہیں اور وہ کسی طرح دہلی یا لکھنؤ کے کسی شاعر کے ہم پلہ بھی نہیں ہو سکتے اس لئے انہوں نے اپنے کلام میں جگہ جگہ اہل ملک کی ناقدردانی کی شکایت کی ہے وہ کہتے ہیں؎

مائلؔ جو قدردانِ سفارش ملا تو کیا ‏ ‏ ‏ ‏ مجھکو تو قدردانِ سخن کی تلاش ہے

مگر افسوس ہے کہ مائل کی یہ ساری کوششیں اُن کے حق میں مضر ثابت ہوئیں
عام طور پر یہ خیال قائم کر لیا گیا کہ وہ ایک مغرور شاعر ہے اور اہل زبان اساتذہ
کے ساتھ خواہ مخواہ مقابلہ کرتا ہے۔ اس کی اصل وجہ تو یہی تھی جو مائل نے بیان کی
ہے کہ ؎

قدر مائل کی ہو کیونکر کہ ہے مائل دکنی — وہ دکھاتا ہے یہی عیب ہنر سے پہلے

نشو و نما پائی ہے دکن میں قدر ہماری کیونکر ہو گی
گھر کی مرغی دال برابر کس کو دکھائیں اپنا ہنر ہم

مائل اپنے اہل ملک کی اصلی کمزوری سے واقف تھے۔ اس کو دور کرنے کی
کوشش انھوں نے اس طرح سے بھی کی کہ اہل زبان شعرا کی اچھی سے اچھی غزلوں
کے جواب میں خود بھی اعلیٰ درجہ کی غزلیں لکھیں اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ اگر دکن کا بھی
کوئی شاعر چاہے تو برابر کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ؎

مائل نے غزل لکھی ہے مومن کی غزل پہ — تھی ہند کی، اب ہو گئی دکھن کی زمین

اسی طرح وہ یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ اگر توجہ کرے تو ایک حیدرآبادی
شاعر اہل دہلی یا اہل لکھنو جیسی زبان لکھ سکتا ہے ؎

توجہ اگر ہو تو اُردو ہے کیا چیز — کہ راز خدا آدمی جانتا ہے

ساتھ ہی اپنے اہل ملک کو یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ تم جن کو اہل زبان سمجھتے ہو
وہ بھی تو میری (یعنے ایک دکن کے شاعر کی) تعریف کرتے ہیں ؎

گیا میں جو مائلؔ خوش بیاں کئی اہلِ ہند تھے جمع واہ ۔۔۔ ہوئے پہلے میرے سخن سے خوش ہوئے پھر سخن کے اثر سے خوش

وہ میں دکھن کا شاعر ہوں بتانِ ہند کی مجھ پر ۔۔۔ عنایت ہے نوازش ہے کرم ہے مہربانی ہے

مرے اشعار سن کر کہتے ہیں اہلِ زباں مائلؔ ۔۔۔ دکن کا رہنے والا ہے کہ یہ ہندوستانی ہے

پھڑک جاتے ہیں اہلِ ہند مائلؔ کی غزل سُنکر ۔۔۔ دکن کے شاعروں کی بھی طبیعت ایسی ہوتی ہے

مائلؔ کہاں سے آگئی ایسی زباں تجھے ۔۔۔ قائل ہیں اہلِ ہند تری بول چال کے

مجھے مہرِ سپہرِ شاعری کہتے ہیں جب مائلؔ ۔۔۔ کہ سارے ہند میں ہے تجھ سے روشن نام دکھن کا

یہ محض شاعرانہ تعلیاں نہیں ہیں بلکہ واقعہ ہے کہ شمالی ہند کے اکثر شاعر اور اہلِ ذوق مائلؔ کی زبان اور قدرتِ کلام کے معترف تھے اور اُن میں سے بعض تو اپنے کلام پر اُن سے اصلاح بھی لیا کرتے تھے۔ شمس العلما حافظ نذیر احمد کے فرزند رشید بشیر الدین احمد دہلوی نے ایک دفعہ مائلؔ کو لکھا تھا کہ :-

خدا خدا کرکے ایک دوست کی عنایت سے آپ کا دیوان مجھے ملا اور میں نے بغور اُسے پڑھا میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میں شاعر نہیں ادیب نہیں مگر اچھے بُرے کی تمیز مجھ میں ہے۔ اور گو اہلِ زبان ہونے کا فخر نہیں مگر وہاں کا رہنے والا ہوں جہاں کی زبان مستند گنی جاتی ہے یعنے دہلی اور ایسے شخص سے پڑھا لکھا ہے جس کی زبان آج ہند میں بے نظیر ہے یعنے مولوی نذیر احمد مدظلہ العالی پس ان خصوصیتوں کے لحاظ سے مجھے بھی تھوڑا مذاق فہمِ سخن میں ہونا چاہیئے اور الحمد للہ کہ کچھ ہے۔ میری سچی رائے ہے کہ آپ کا کلام اعجاز عجیب و غریب اثر رکھتا ہے۔ دکن کے لوگوں سے زیادہ اہلِ ہند کو اس کی قدر کرنی چاہیئے کہ

انہیں کے بھائیوں میں سے ایک ایسا شخص نکلا جس نے دکن کا نام روشن کیا۔"

مورخہ ۲۹ مرحوے ۱۹۰۹ء (ماخوذ از زمزمہ ہند و دکن صفحہ ۲۱)

مائل اپنے مقصد (یعنی اہل دکن کے احساس پستی کو دور کرنے) میں پوری طرح سے کامیاب ہو جاتے اگر ان کے ہمعصروں داغ اور امیر جیسے اعلیٰ پایہ اساتذۂ سخن سے دکن کے اہل ذوق اُس وقت مرعوب و متاثر نہ ہوتے۔ اگرچہ جودت طبع، پرگوئی اور عاشق مزاجی میں وہ داغ سے کسی طرح کم نہ تھے لیکن داغ کی طرح وہ پیشہ ور شاعر نہیں تھے اور نہ اُن کی شاعری درباری قدر افزائیوں کی وجہ سے سربلند ہو سکتی تھی۔ اُن کی ساری زندگی شہر کی شعر و سخن کی محفلوں اور اہل ذوق کے مجمعوں سے دور اضلاع اور دیہات کے دواخانوں اور مریضوں میں گذر گئی۔ اپنے اس پیشہ کی مصروفیتوں کے بعد جو کچھ وقت ملتا اس کو وہ محض اپنے فطری ذوق کی بنا پر شعر و شاعری میں صرف کرتے۔ مگر اس پُر خلوص اور بے غرض خدمت کی وجہ سے اُنہیں طرح طرح کی پریشانیوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک الشعراء مرزا داغ کو یہ خیال دلایا گیا کہ مائل اُن پر چوٹ کیا کرتے ہیں۔ اور دکن کے اہل ذوق طبقہ میں مائل کی روز افزوں مقبولیت کو دیکھ کر کوئی تعجب نہیں کہ داغ اس پر یقین بھی کرنے لگے ہوں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ اعلیٰ حضرت غفران مکاں نے کبھی اُن سے مائل کی نسبت دریافت فرمایا تھا تو داغ نے یہی جواب دیا کہ "وہ شاعر تو بہت اچھے ہیں مگر مجھ پر ہمیشہ چوٹ کیا کرتے ہیں"۔ ممکن ہے کہ داغ کا یہ خیال اس لئے بھی پختہ ہو گیا

ہو کہ مائل نے اپنے اہل وطن کا احساس پستی دور کرنے کے لئے بعض شعر ایسے بھی کہے جو علانیہ داغ کے اشعار کا جواب معلوم ہوتے ہیں مثلاً ؎

زبان کا بڑا جن کو دعویٰ ہے مائل — انہیں بھی تو آئی زباں آتے آتے

کیوں مادری زبان پہ ہے مدعی کو ناز — مائل وہ اک کنیز ہے میرے کمال کی

وصفی کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے اگرچہ مائل دبستانِ لکھنو سے تعلق رکھتے تھے مگر اُن کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس دبستان ہی کے رنگ پر قائم نہیں رہے۔ ان کے یہاں بہت سا کلام دبستان دہلی کے رنگ میں بھی پایا جاتا ہے اور اُن کے بعض شعروں پر تو بالکل داغ کے اشعار کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ ان کی شاعری اصل میں ایک ایسا سنگم تھی جہاں دہلی اور لکھنو دونوں مقامات کی خصوصیات سخن ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہی تھیں۔ مائل نے ان دونوں دبستانوں کو ملا کر دکن میں ایک نیا دبستان پیدا کرنے کی کوشش کی تھی اگرچہ وہ اپنے ہم خیالوں کے فقدان کی وجہ سے اس میں خاطر خواہ کامیاب نہیں رہے۔

مائل کے کلام میں جہاں عریاں جذبات نگاری اور جوبن پرستی کے اشعار ملیں گے ایسے پاکیزہ اور بلند مرتبہ شعر بھی دستیاب ہوں گے جو کسی اعلیٰ پایہ صوفی یا بلند خیال شاعر ہی کے یہاں نظر آسکتے ہیں۔ انہوں نے صنفِ نازک کی دلفریبیوں اور رعنا کر مانگ، چوٹی، جوبن، اور کمر سے متعلق بعض ایسے ایسے شعر بھی لکھے ہیں جو شاید اب رکیک سمجھے جائیں۔ مگر اس زمانہ کے مذاق اور مائل کا ایک خاص رنگ دکھانے کی

خاطر اس قسم کے بعض شعر یہاں پیش کیے جاتے ہیں:-

وہ پھولوں کے ہاروں کی وہ ٹھنڈی چھاؤں تاروں کی
وہ پچھلی رات کا اٹھنا وہ ڈھلنا تیرے جوبن کا

کہتے ہو مائل مرے جوبن کا دیوانہ ہوا
مار بیٹھے دیوانہ آئے تو اسی پتھر سے آپ

یار کی چوٹی کی جمعیت شعاعوں میں نہیں
کیوں پریشاں ہو نہ اپنے موئے سر سے آفتاب

ہے انکی مہنی زلف میں موباف سرخ رنگ
اژدر ہوا میں اڑتا ہے لیکر دہن میں آگ

ہر قدم قدم پہ قیامتیں ہیں قیامتوں میں نزاکتیں
لچک اس سے خوش وہ لچک سے خوش کمر اس سے خوش وہ کمر سے خوش

طلب کرتا ہے بوسہ وہ بھی کس سے عکس اپنے سے
جوانی میں تجھے یہ کھیل کیا سوجھا لڑکپن کا

وہ مسکرا کے پوچھتے ہیں معنیٔ وصال
کیا دل میں گدگداتا ہے موسم شباب کا

نہیں ہے مائل یہ شوق اچھا کہاں کی آفت کدھر کا جھگڑا
تم اپنا دل ہو کہ ان کا بوسہ لیا نہ کرنا دیا نہ کرنا

مرے یار نے اڑاتے خوب ہم راتوں کو خلوت میں
فرشتوں کی جگہ حوریں جو ہوتیں دوش انساں پر

نہ کر رندوں سے واعظ بحث تو پٹ جائیگا ناداں
تری باتیں ہیں جتنی جوتیاں کھانے کی باتیں ہیں

ان شوخ اور عریاں اشعار کے مقابلہ میں رفعت تخیل، صداقت خیال اور تصوف وغیرہ سے متعلق حسب ذیل اشعار دونوں رنگوں کے درمیان تفاوت راہ کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں:-

نہ ہو جب تک اشارہ میں نہ کچھ بولوں نہ کچھ لکھوں
بیاں تیرا دہن میرا، زباں تیری قلم میرا

ہوا جب آپ ہی اپنا تمنائی تماشائی
تجھے پہنایا جامہ نور مطلق نے مقید کا

حج کو جو میں چلا تو ملا کعبہ ہر جگہ
تو کس طرف نہ تھا ترا جلوہ کدھر نہ تھا

بنوں گا خاک راہ جستجو کی　　کہ ہوں پس ماندہ اک کارروان کا

چمکا جو بخت سب نے کہا مجھکو عقلمند　　قسمت بگڑ گئی تو کہا بے شعور تھا

جنس وحدت ہوں مگر کثرت کے بازاروں میں ہوں　　میں وہ یوسف ہوں جو آپ اپنے خریداروں میں ہوں

اسے سیکھا اسے پایا، اسے پایا اسے کھویا　　مجھے علم الیقیں برسوں رہا حق الیقیں برسوں

تری کثرت کا یہ غوغا ہے ٹھٹکے ہیں جا و　　تیری وحدت کا یہ ایما ہے نگہباں ہوں میں

غرض مائل نے سچ کہا ہے کہ ؎

مرے دیوان میں ہر رنگ کے ہیں شعر اے مائل　　وہی جانے وہی پہچانے جو اس فن میں کامل ہے

اُن کے کلام کے ہر رنگ پر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مختصر سے مجموعۂ انتخاب کے لئے جو کچھ اس وقت لکھا گیا ہے وہ بھی اس چھوٹی سی کتاب کی محدود بساط کے لئے زیادہ ہے۔ اس انتخاب کے بارے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس میں زیادہ تر جدید ذوق اور معیاری اردو کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مائل کے کلام میں استادانہ اشعار کی ایسی فراوانی ہے کہ اگر اُن سب کا انتخاب کیا جاتا تو اس مجموعہ جیسی چار کتابیں تیار ہو جاتیں۔ انھوں نے بعض الفاظ اور محاوروں کے استعمال میں دہلی اور لکھنو کے دبستانوں کے خلاف اجتہادی قوت سے کام لیا، اور اس ذریعہ سے اس امر کی سعی بلیغ کی ہے کہ اہل دکن کے لئے ایک نیا دبستان قایم ہو جائے مگر افسوس ہے کہ اس موقع پر ان کی اس قسم کی کوششوں کی تفصیل درج نہیں کی جاسکتی۔

آخر میں مائل کے فرزند رشید مولوی جمال احمد صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے مایۂ فخر والد کے کلام (مطبوعہ اور قلمی) اور حالات زندگی کی فراہمی میں کشادہ دلی کے ساتھ میری مدد فرمائی ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ اہم کام انجام پا سکتا ہیں عزیزی سید ابو الفضل صاحب بی۔ اے کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میرے انتخاب کو مطبع کے قابل بنایا اور پروفوں وغیرہ کی اصلاح میں زحمت اٹھائی۔

رفعت منزل سوماجی گوڑہ
یکم ربیع الاول ۱۳۵۴ھ
مطابق ۳ جون ۱۹۳۵ء

سید محی الدین قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی لا الٰہ کا راز ہو لطفِ رقم میرا
کہ انگشتِ شہادت بن کے اٹھا ہے قلم میرا

جلا کر اشتیاقِ دید نے یہ ہم کیا مجھکو
نہاں دودِ چراغِ طور میں ہے پیچ و خم میرا

نہیں مردہ نہ میں زندہ فنا کیسی بقا کیسی
عدم میں میری ہستی ہے مری ہستی میں عدم میرا

مرے آرام کا طالب میری تکلیف پر راغب
کرم وہ بھی کرم تیرا ستم وہ بھی ستم میرا

خدا کی جلوہ گہ ہوں ایک تصویرِ خیالی ہوں
نہ تن میرا نہ جاں میری نہ دل میرا نہ دم میرا

گناہوں کو مرے لکھ کر فرشتے عمر بھر روئے
قیامت میں جو کھولا تو کھلا نامہ تھا نم میرا

تصور وقت رگ آیا یہ کس جاں بخش عالم کا
حیاتِ جاوداں بنتا ہے رشتہ ٹوٹ کر دم کا

الٰہی گرنے والے کو اگر تو آبرو بخشے
گہر بن جائے گوشِ گل تک آ کر قطرہ شبنم کا

واہ کیا خوب مرے دل کو کھلونا سمجھے
ہیں جوانی کے تصدق یہ لڑکپن کیسا

یہ کہتے ہیں کیا آپ ہمیں دل نہیں ملتا — ملتا ہے مگر آپ کے قابل نہیں ملتا
تو مجھ سے ملا تیری نظر میری نظر سے — یہ کیا کہ مرے دل سے ترا دل نہیں ملتا
کیا آپ نے رکھا ہے کلیجے میں چھپا کر — میرا دل مضطر دل بسمل نہیں ملتا
ملتا ہے وہ دل جس میں یہ بت رہتے ہیں مائل — جس دل میں خدا رہتا ہے وہ دل نہیں ملتا

خجل ہیں دل ہی میں کر لب تک لا نہیں سکتے — ہم انکے جور پنہاں کا وہ اپنے عشق پنہاں کا
فدا اس پر سکھائی تجھکو ایسی گفتگو جس نے — مزا ہاں میں نہیں کا ہے نہیں میں ہے مزا ہاں کا

بن گیا دل سمٹ کے پہلو میں — درد اعضا میں جا بجا نہ رہا
غیر کے بھیس میں وہ آئے ہیں — اب نظارے میں بھی مزا نہ رہا
عشق نے دل مرا نچوڑ لیا — ایک قطرہ بھی خون کا نہ رہا
نہ کیا تو نے میرے دل کو پسند — اب یہ کمبخت کام کا نہ رہا

اب دل مرے پہلو میں بنایا ہے خدا نے — پہلے یہ سلیماں کی انگوٹھی کا نگیں تھا
میت پہ مری آ کے دو اشک نہ ٹپکے — کیا کیا نہ گماں تھا مجھے کیا کیا نہ یقیں تھا

کیا آئی تھیں حوریں ترے گھر رات کو مہماں　　　کل خواب میں اجڑا ہوا فردوس بریں تھا

نکلا یہ دلِ غیر شب وصل کہاں سے　　　ظالم گرہ بندِ قبا میں تو نہیں تھا!

جھکایا سر تو نکلا عید کا چاند　　　مہ تو ہے چشمِ گریان کسی کا

جو دیکھوں آئینہ خود کو نہ دیکھوں　　　نظر میں ہے رخِ روشن کسی کا

کہاں چھپاؤں الٰہی میں خانۂ دل کو　　　یہ مشورہ ہے بتوں میں خدا کا گھر لینا

نہ پوچھو ہم سے دل اچھا ہے یا جگر اچھا　　　پڑے ہیں سامنے دونوں پسند کر لینا

ملکِ حسن و عشق کا حاصل ملا　　　مجھکو تیرا تجھکو میرا دل ملا

کی خدا سے عاشقانہ گفتگو　　　کسقدر گستاخ مجھکو دل ملا

جستجو ہونے لگی جب بعد قتل　　　میری آنکھوں میں مرا قاتل ملا

بند کیں آنکھیں تو وہ آیا نظر　　　لو اندھیرے میں مہ کامل ملا

اور مجھکو کیا ملا سرکار سے　　　تھوڑا تھوڑا سب کو دردِ دل ملا

مجھکو ڈرا ڈرا کے وہ ماریں گے جان سے — دلبر ہوئے تو کیا میرے پیارے ہوئے تو کیا
آنکھیں کھلی رہیں تو وہی سامنے رہے — آنکھوں کو بند کر کے نظارے ہوئے تو کیا

رات کو جس بت نے لیا دل مرا — صبح کو نکلا وہی قاتل مرا
چیز بہت چھوٹی ہے قیمت بڑی — مول کوئی لے نہ سکا دل مرا
جسم بھی ہے جان کی صورت عزیز — خود مری لیلیٰ ہے یہ محمل مرا

تجھے منظور ہو درشن جو اپنے روئے روشن کا — سمٹ کر آئینہ بن جائے جلوہ دشت ایمن کا
جلا کر اپنے رخ سے جسکو حور آئینہ میں دیکھے — تمھاری سیج کا وہ پھول ہو میرے کفن کا
لڑکپن وہ لڑکپن جس میں آمد ہو جوانی کی — جوانی وہ جوانی خاتمہ جس پر لڑکپن کا
وہ سرسبزی ہے دل کی آئے جنت اسکے سایہ میں — خداوندا پھلے پھولے یہ دانہ میرے خرمن کا
قیامت میں خدا کو دیکھ کر پایا تو کیا پایا — مزا وہ بھی مزا کس کا اسی کافر کے درشن کا

جس دل میں بھید تھا وہ زباں پر آیا ہوا — آدم کی مشت خاک میں کچھ ہے ملا ہوا
سمجھے یہ التجا ہے ہمارے وصال کی — وہ ہاتھ پڑے بلند جو دست دعا ہوا

ذرہ و نیر مہر ہے مہر پہ ذرے نثار ہیں ہر چیز میں ہے کون الٰہی چھپا ہوا

موسیٰ کو مل گیا ید بیضا تو کیا ہوا وہ ایک داغ ہے مرے دل کا کرا ہوا
لوح طلسم کن سے ہیں اعضا مرے حروف اٹھا ہیں نقش بن کے جو تجھ سے جدا ہوا

وعظ ناصح سے بھی کھلا دل نہ طلبگار دل کا بات گھڑی کی نہیں ہنگامہ ہے بازار دل کا
ایک قدم بڑھ کے خضر پیچھے ہٹے چار قدم کوچہ عشق میں کیا فرش ہے انگار دل کا
تیری تصویر پہ گرتا ہے بلائیں لینے رنگ اڑتا ہے جو یوسف کے خریدار دل کا

شیشوں نے طرز اڑائی رکوع و قیام کی کیا ان میں ہے لہو کسی پرہیزگار کا
کیوں غش ہوئے کلیم تجلائے طور پر وہ اک چراغ تھا مرے دل کے مزار کا
کثرت کا رنگ شاہد وحدت کا ہے نشاں وہ ایک ہی کا نام ہے شہرہ ہزار کا
کیا کیا تڑپ تڑپ کے سر اقبال گر پڑے دم آ گیا جو حضور میں مجھ بے قرار کا

تنگ ہو کر دل مرا تیرا دہن ہو جائیگا ذرہ جو سینہ میں الطاف سخن ہو جائیگا

آپکی آنکھوں کے آگے سامری کیا چیز ہے — یہ کریں جادو تو گوسالہ ہرن ہو جائیگا

حشر کے بازار میں بے پردہ جو آئیگا تو — رنگ یوسف اڑ کے تیرا پیرہن ہو جائیگا

دل عشاق چراغوں کے عوض جلتے ہیں — حال روشن ہے تری انجمن آرائی کا

کیا کروگے جو تمھاری ہی تمنا نکلے — توڑتے کیوں ہو کہ یہ دل ہے تمنائی کا

موت آتی جو خضر کو تو دوبارہ جیتے — امتحاں کرتے ہیں وہ اپنی مسیحائی کا

حرم و دیر میں ہے دل میں ہے یا شہ رگ میں — آج مجھکو ہے تجسس کسی ہرجائی کا

سر محفل مری تعظیم کو فتنے اٹھے — ہے نیا ڈھنگ تری انجمن آرائی کا

گھس گیا سنگ در یار مرے سجدوں سے — جم گیا نقش مری ناصیہ فرسائی کا

کشش حسن کو اللہ سلامت رکھے — رنگ خود اڑ کے لپٹتا ہے تماشائی کا

حضرت دل ہو تو کہہ جا کے فرمائیں گے کیا — میں نے مانا تم بلاؤ گے وہ آ جائینگے کیا

دوش تک گیسو ہیں کمر تک کل قدم تک آج ہیں — تیرے گیسو تیرے قامت سے بھی بڑھ جائینگے کیا

آج باتوں سے عیاں ہے کچھ خوشی کچھ بیخودی — ہم تو کچھ منہ چلتے ہیں مطلب یہ پا جائینگے کیا

حسن کہتا ہے نہیں ہم شوکر لیے پردگی — منہ دکھا کر حشر میں پھر آپ چھپ جائینگے کیا

پیری میں دل کو عشق بت سیم بر ہوا — سوکھے ہوئے درخت میں پیدا ثمر ہوا
آنکھوں میں سحر بات میں پیدا اثر ہوا — جب تند وہ ہوئے جوان تو لوگوں کو ڈر ہوا
اُس نے جو دونوں پہلوؤں ہاتھ رکھ دئے — قربان دل جگر پہ تو دل پر جگر ہوا
گنجائش ان کے منہ میں قسم کھانیکی نہیں — اچھا ہوا دہن جو بہت مختصر ہوا

یاں غیر تو کیا دہیان بھی لگتا نہیں آتا — آنکھوں میں ہو تم کوئی اس جا نہیں آتا
بازو نہ مرے باندھ ابھی آنکھ کھلی ہے — صیاد دیا پر مجھے اڑنا نہیں آتا

اچھا ہوا پیچ و جبہ ہوا طالب دیدار — مطلب نکل آیا نگہ ہوشربا کا
پلک جلد میں ہر گوش نظر آتے ہیں جدا — بے وجہ شکنجہ یہ نہیں ریش وسما کا

یہ رسم آپکے دربار میں نرالی ہے — جو خود کو بھول کے آیا وہ بے قصور آیا

سورانا سے جل گیا برقع حجاب کا — ذرے لگے دکھانے جمال آفتاب کا
ہے دھیان اسکو قیس کی چشم پر آب کا — لیلی کو چاہئے کوئی محمل حباب کا

وعدہ کیا ہے رات کو آنے کا یار نے — مضمون اڑ نہ جائے زلیخا کے خواب کا
پردے میں آنکھ کے ہے کوئی بت چھپا ہوا — تار نظر ہے بند کسی کے نقاب کا
ہم دل کی بات کہہ نہ سکے رعب حسن سے — مطلب رہا کتاب کے اندر کتاب کا
نقاش نے جگہ میرے پہلو میں چھوڑ دی — نقشہ نہ کھینچ سکا دل پر اضطراب کا
ممکن نہیں کہ حشر کے دن چپ رہیں کلیم — لپکا پڑا ہوا ہے سوال و جواب کا
ساقی بھی اڑ آتا ہے محفل میں ہیں کے ہوش — رندوں کو یہ ذوق طور ہے شیشۂ شراب کا

آنکھوں میں سحر سحر میں رنگ انقلاب کا — استاد ساحری ہے زمانہ شباب کا
بجلی ہوا میں دھوپ میں جھلی لعل میں — جلوہ جدا جدا ہے مرے اضطراب کا

اشارہ ہے سر محفل کسی کا — ہمارے ہاتھ میں ہے دل کسی کا
جسے دیکھا اسی پر مر رہا ہے — کوئی کشتہ کوئی بسمل کسی کا
جو پہونچا اسکے در پر ڈگمگا ہوش — لٹا توشہ سر منزل کسی کا
وہ پیچھے ہٹ کے کہتا ہم نہ لینگے — وہ آ گئے لے کے دنیا دل کسی کا
اگر مر جائیں ہم اسکی بلا سے — وہ بے پروا نہیں قاتل کسی کا

یہ کیا غضب ہے وہ کہہ رہے ہیں جو ہو اذیت گلا نہ کرنا
تڑپتے رہنا پھڑکتے رہنا دوا نہ کرنا دعا نہ کرنا

نظر تمھاری ہے پاک لیکن تماش بینوں کو کیا کروگے
کہ یہ زمانہ بہت برا ہے گلی گلی تم پھرا نہ کرنا

یہ شوخیاں بولیں گدگدا کر کھڑے ہو چپ کیوں ہنر دکھاؤ
کہا نزاکت نے مسکرا کر نظر لگے گی ادا نہ کرنا

واہ رحمت نے کس سوختہ دل کو بخشا / خلد کہتا ہے جہنم سے بدل جاؤنگا
ہر جگہ تو ہے دکھاتے نہیں جلوہ مجھکو / اے خدا طور نہیں ہے کہ میں جل جاؤنگا
آپ کیوں تولکے تلوار ڈراتے ہو مجھے / غیر کا دل تو نہیں ہوں جو دہل جاؤنگا
رنگ کہتا ہے جوانی میں کسی کا آنچل / چشمہ حسن حقیقی ہوں ابل جاؤنگا

باغ میں آیا تھا وہ گل سیر کو / دیکھتے ہی مجھکو ہوا ہو گیا
پھر گیا دل میرا اسی کی طرف / قبلہ جو تھا قبلہ نما ہو گیا
خواب سے ہم اٹھکے پریشاں ہیں کیوں / کون گلے ملکے جدا ہو گیا

خود کو جو کھویا تو ملی زندگی
خود کو جو پایا تو خدا ہو گیا

دل مرا گھل گھل کے مسیحا بنا
دکھ مرا بڑھ بڑھ کے دوا ہو گیا

لحد سے اٹھ کے یا رب بن گئی گھبرا مائل کا
یہ مجمع حشر کا مجمع نہیں یاران بیدل کا

ہمیں تو پر ہجوم کی کشمکش نے ذبح کر ڈالا
ہماری جان نکلی فرق بن کر حق و باطل کا

جو دم ٹوٹے جمال لیلی مستور ہو ظاہر
سیاہ ہے قیس نے تار نفس سے پردہ محمل کا

چمن میں لیلی و مجنوں کی الفت رنگ لائی ہے
رگ گل کی کھلی فصد لہو نکلا عنادل کا

تصور ہی تصور ہو تو پہنچوں عالم ہو تک
جو آنکھیں بند ہوں سامنے نظر آ جائے منزل کا

مری شہ رگ کے اندر اس نے دیکھا کسی صورت کو
کہ صوفی کی طرح سے وجد میں خنجر ہے قاتل کا

پھرا دل میں ترے مثل غبار شیشۂ ساعت
مرا اتنا سفر جتنا احاطہ میری منزل کا

لب منزل جو تھک کر میرے ہی قدموں پہ گرا
تا قدم میری خوشامد کو مرا سر آیا

حشر میں مجھ پہ کھلا کون سا پڑھ کر پھونکا
شکر شکر تیرا شکوہ میرے لب پر آیا

مشک اڑ جاتے ہیں جو پھیرتے ہیں اسکے گیسو
کون کھولے ہوئے گیسوئے معنبر آیا

کھولکر زلف مسلسل کو پڑھی اسنے نماز | گھر میں اللہ کے بھی جال بچھا کر آیا
جو مسیحا کو ملا وہ تری ٹھوکر کو ملا | مال یہ دونوں کے حصے میں برابر آیا
نشۂ زیست لحد میں بھی اترتا ہی نہیں | جب فرشتوں نے اٹھایا مجھے چکر آیا

پھینک کر ساغر مے آئینۂ رخ چوما | دور جمشید گیا عہد سکندر آیا
آئینہ رکھکے مقابل وہ مجھے ہے کھلاتا | ہنسکے پھر پوچھتا دل آپکا کس پر آیا
میرے میخانہ میں ہے کیف شباب و پیری | شیشہ جھکتا ہوا اٹھتا ہوا ساغر آیا
حرم و دیر میں سو بار گدایانہ گیا | کسی گھر سے کبھی ٹکڑا نہ میسر آیا

خواہاں ہے اسکی دید کو وہ تیری دید کا | میری نظر کا تارا بنا چاند عید کا
وہ بن سنور کے آئے ہیں موقع ہے دید کا | دن حشر کا نہیں ہے یہ ہے روز عید کا
یارب مری خودی ہی ہے بیخودی کا حال | ہو لطف یک نظارے میں دونو کی دید کا
بیٹھو نہیں درد دل سے لہو ہو کے بہہ گیا | شیشہ سے گر پڑا عرق انگلی کشید کا
موسیٰ نہیں ہوں میں جو کروں لن ترانیاں | پردہ اٹھا دو بیچ سے گفت و شنید کا
ہے روشنی مزار پہ میرے سوا آفتاب کی | چہرہ چمکتا ہے کسی کے شہید کا

یا رب بڑا مزا ہو جو دوزخ کے ساتھ ساتھ
اغوا کرے بہشت بھی اہل مزید کا

آسان کیا ہے مر کے بکھیڑوں سے چھوٹنا
دشوار کیا ہے خوف عذاب شدید کا

ہے جوہر کمال خدا شکل پیر کی
آئینہ جمال خدا دل مرید کا

کیوں نہ تڑپے راستہ میں خاک پتھر زیر پا
دل کی بیتابی سے نقش پا ہے مضطر زیر پا

پاؤں کھا جن دل و دیدوں پہ رگڑ گئے
تیرے تلوے کی لکیریں ہیں کہ خنجر زیر پا

دل مرا تلوے کے نیچے غیر کا دل ہاتھ میں
ہائے وہ ساغر ہتھیلی پہ یہ ساغر زیر پا

برق ایمن ہے شرر بنکر چھپی ہر سنگ میں
مثل موسیٰ ہوش اڑ جائیں آئے جو پتھر زیر پا

جلوہ طور ہے عکس رخ تاباں کس کا
مہر محشر ہے چراغ تہ داماں کس کا

وہ بھی ہے تیغ بھی ہے چرخ بھی ہے تو بھی ہے
یا الٰہی یہ مرے سر پہ ہے احساں کس کا

مسکراتے ہو جو تم دیکھ کے مٹھی اپنی
دل اٹھا لائے ہو زیر سر پیماں کس کا

دیکھ واعظ سر خم بیٹھ کے پیتا ہو شراب
یہ پری کس کی ہے یہ تخت سلیماں کس کا

بیٹھے ہیں سینکڑوں دل بیچنے والے در پہ
آج منہ دیکھ کے اٹھے ہو مری جاں کس کا

بیخودی میں نظر آیا رخِ تاباں کس کا　　　تم نے منہ دیکھ لیا موسیِ عمراں کس کا

تم سنور بیٹھے کہ پھرتے کسکی نظر میں شب کو　　　آئینہ خانہ بنا دیدۂ حیراں کس کا

لامکاں میں رہیں کوئی رگِ گردن سے　　　اس گلی میں جو گئے ہمکو ملا گھر اپنا

ہم یہ سمجھیں کہ ملی قیمتِ یوسف ہمکو　　　کھوٹے داموں ہی جو بک جائے مقدر اپنا

جب تک آنکھوں سے نہ دیکھیں گے نہ دینگے دل اپنے　　　گر لیئے بھی تو قیامت میں لیئے گھر اپنا

عالمِ ظاہر میں گر کر نقشہ آدم بنا　　　عالمِ باطن میں حسن اسکا ابلنے جب لگا

اس کا سنگِ آستاں لایا اٹھا کر چارہ گر　　　دل مرا سینے میں دو دو ہاتھ اچھلنے جب لگا

میری نظروں سے تری نظریں بہت جھک کر ملیں　　　کوئی ارمان وقت پر دل سے نکلنے جب لگا

شاہدِ وحدت کا منہ دیکھا تو کثرت مٹ گئی　　　چاند تارے چھپ گئے سورج نکلنے جب لگا

تھیں نگاہیں محوِ نظارہ تو دل بیچین تھا　　　گر پڑیں مائل نگاہیں دل سنبھلنے جب لگا

بنایا پتلا جو ماء و طین کا اتارا نقشہ جو اک حسیں کا

یہ حال تھا صورت آفریں کا مچایا غل خود ہی آفریں کا

ہماری وحشت کے سلسلے پر گماں محبت کا ہے برابر

ملا ہے دامن سے جیب آ کر تو جیب سے چاک آستیں کا

خدا ہی جانے کہ ہوں کہاں کا نہ ہیں یہاں کا نہ ہیں وہاں کا

نہ لامکاں کا نہ ہیں مکیں کا نہ آسماں کا نہ ہیں زمیں کا

کروں وہ فریاد عاشقانہ سنے نہ جسکو کبھی زمانہ

لگے اگر دل پہ تازیانہ تمھاری آواز شرمگیں کا

کھلا جو وحشت کا رنگ منہ پر جنوں پکارا یہ سر پہ چڑھکر

رہے گا لیلیٰ کے دل کے اندر یہ چاک مجنوں کی آستیں کا

کروں میں اس طرح تجھکو سجدہ دم عبادت ہو نقش پیدا

مری جبیں پر ترے قدم کا ترے قدم پر مری جبیں کا

نہیں ہے اسکا کوئی مقابل طواف کرتا ہے اس کا ہر دل

ہمیشہ سورج کے گرد مائل پھیرے نہ کیوں یہ کرہ زمیں کا

ہے کس کا جلوہ مری نظر میں ہے کس کی مسجد کا شوق سر میں

نشان بنتا ہے رہگزر میں کہیں قدم کا کہیں جبیں کا

جو جج کرونگا تو کیا ملے گا کہ اور ہے ذوق و شوق میرا
مزا ہو کعبے کا پھٹ کے پردہ جو ہاتھ نکلے کسی حسیں کا

وہ رنگ وحدت یہ باغ کثرت کسی کی قدرت اسی کی حکمت
وہ اس کا جلوہ یہ میری صورت کمال ہے صورت آفریں کا

بھرے ہیں مجھ میں اسی کے جلوے اٹھے ہوئے ہیں خودی کے پردے
میں اسکے آگے وہ میرے آگے ہوں آئینہ صورت آفریں کا

اسی کے لکھنے کا میں ہوں قائل وہی ہے لکھنے کے فن میں کامل
اسی کے چومونگا ہاتھ مائل کہ جس نے لکھا یہ خط جبیں کا

منہ اپنا دیکھتا ہے دل آدمی ہیں وہ — چھوٹا سا آئینہ ہے یہ آئینہ ساز کا
کہتے ہیں سن کے تذکرہ طول عمر خضر — موئے شکستہ ہے مری زلف دراز کا

تو ہی کہدے کہ ہے کس کا معشوق — ہر کوئی کہتا ہے میرا میرا
حالتیں آپ کی سنئے سنئے — پک گیا ہائے کلیجا میرا
زندگی ہے میری مانند حباب — گھر بنانا سر دریا میرا

جبتک نہ دل بنا تھا وہ بت جلوہ گر نہ تھا
منہ دیکھنے کو آئینہ۔ رہنے کو گھر نہ تھا

گھر میں چھپے تو گھر ہی سے نکلیں تجلیاں
کب جوش حسن پردۂ بیرون در نہ تھا

دیکھو تو کس طرح سے رُخ کا آئینہ میں عکس
اندھونکے واسطے کوئی جلوہ ادھر نہ تھا

مانگیں جو خود تو شان کریمی کا کیا قصور
در پہ کھڑے تھے وہ کوئی دریوزہ گر نہ تھا

حج کو چلا جو میں تو ملا کعبہ ہر جگہ
تو کسطرف نہ تھا ترا جلوہ کدھر نہ تھا

الفت خدا سے تھی مگر اتنی نہ تھی مجھے
جبتک کہ مائل آپ سے میں باخبر نہ تھا

صاف کہتا ہوں خدایا وہ خدائی نہ کرے
بخشنا یاد نہ ہو جسکو گنہگاروں کا

مرے دل پہ نہ چلیں خضر کے سر پہ نہ چلیں
نام ہی نام ہے قاتل تری تلواروں کا

یہ کس کے جلوہ دیدار کا شہید ہوں میں
مری مزار پہ جلنے چراغ طور آیا

نماز میں مری عاشق مزاجیاں نہ گئیں
پڑھا اسی کو جس آیت میں ذکر حور آیا

شرم عصیاں سے جو رویا سادہ کاغذ رہ گیا
جو عملنامہ میں تھا وہ ایجدا جاتا رہا

آکے میں اس خاکداں میں جسم کے بیٹھا ہی تھا
وہ ہوا آئی کہ مثل نقش پا جاتا رہا

میں گیا جس انجمن میں لطفِ خلوت ہی ملا
وہ تصور میں مرے آتا رہا جاتا رہا

کیسی کیسی رنجشیں پامال لطفِ وصل ہیں
ان کے شکوے لٹ گئے میرا گلا جاتا رہا

کھو کے دل اپنا پریشاں کیوں ہو مائل اس قدر
جانے والا مال تھا جاتا رہا جاتا رہا

پردے الٹا کر نہ دیکھیں ہم تو کس کا ہے قصور
جلوہ اپنا اسنے سو پردوں میں گھر گھر رکھدیا

کس طرح لاتا اٹھا کر مجھ میں یارب دم تھا
میں نے تو بارِ گنہ تربت کے باہر رکھدیا

میرا آنا آپکے دل میں نہیں ممکن درست
میرے دل میں آپکو اللہ نے کیونکر رکھدیا

بت پرستوں کا ہوا محشر میں اک محشر جدا
اپنی صورت کا جو اس نے بت بنا کر رکھدیا

ترے ہاتھوں میں ہیں دل کیسے کیسے
تری باتوں میں ہیں انداز کیا کیا

وہ ان کو دیکھکر میرا تڑپنا
وہ ان کا پوچھنا تجھکو ہوا کیا

وہ میرا غش میں آنا انکے آگے
وہ ان کا پوچھنا یہ مر گیا کیا؟

قسم کھائی تھی کل ہی تمنے مائل
وہیں جاتے ہو پھر تمکو ہوا کیا

وہ جھوٹا اس کی ہر اک بات جھوٹی
سنوں میں مدعی کا مدعا کیا

ترا دل مرا دل نہو کیوں نہو — مرا دل ترا ہو گیا ہو گیا
مزے لے رہا ہوں ابھی خواب کے — جدا ہونے والا جدا ہو گیا

کچھ سمجھ کر میں اٹھا سو چکے کچھ بیٹھ گیا — اسکی محفل سے رقیبوں کو جو اٹھتے دیکھا
چین شوخی سے نہیں بزم ہو یا خلوت ہو — یار کو میں نے کبھی ٹک بھی نہ بیٹھے دیکھا

تری سج دھج کے تصدق کہ جوانی کو تری — ڈھلتے دیکھا کبھی تو سانچے ہی میں ڈھلتے دیکھا
دل وہ کافر ہے کہ مضطر ہے وہ خود سر پاگل — نہ سمجھتے نہ سنبھلتے نہ بہلتے دیکھا

کیا لامکاں میں آ کے چھپنا ضرور تھا — میں کتنی دور تھا مرا دل کتنی دور تھا
چمکا جو بخت سب نے کہا مجھکو عقلمند — قسمت بگڑ گئی تو کہا بے شعور تھا

خدا کی ساری خدائی کو ہے چھپائے ہوئے — وہ کس کی آنکھ ہے دیکھے جو حوصلہ دل کا

عجیب بات ہے جو بات ہے محبت کی — عجیب معاملہ ہے یہ معاملہ دل کا

مراقبہ میں نظر آئی سیر ظلمت کی — حباب چشمۂ حیواں ہے آبلہ دل کا
چھپا غلاف میں کعبہ فلک پہ عرش دبا — کسی سے ہو نہیں سکتا مقابلہ دل کا

ب

آفتاب آئے چمک کر جو سر جام شراب — رند سمجھیں کہ ہے صادق سحر جام شراب
تھام لے دست سبو آئے جو چلنے میں لچک — خط بغداد ہو موئے کمر جام شراب
دست ساقی میں ہے دست قدح کش میں رہے — گردن شیشۂ صہبا کمر جام شراب

بن گئی برق تجلی نظر جام شراب — خرمن موسیٰ صعقا ہے اثر جام شراب
محتسب تاک میں ہے ہاتھ سے توڑتے ہیں — آج گدرائے ہوئے ہیں ثمر جام شراب
منہ پھراتے ہی پھرا جام میں عکس عارض — گردشیں کرتے ہیں شمس و قمر جام شراب
ہوش اڑے دیکھتے ہی دختر رز کا جوبن — سر خم کوئی گرا کوئی سر جام شراب
سانس مےخانہ میں لیتے ہی گرے چکرا کر — بن گیا تار نفس رہگذر جام شراب
شام سے گریہ و زاری ہے سر شیشۂ مے — صبح تک خندہ دہانی ہے سر جام شراب

نکلی جو روح ہو گئے اجزائے تن خراب / اک شمع بجھ گئی تو ہوئی انجمن خراب

نازک دلوں کا حسن ہے رنگ شکستگی / پھٹنے سے کب گلوں کے ہوا پیرہن خراب

دنیا نے منہ پہ ڈالا ہے پردہ سراب کا / ہوتے ہیں دوڑ دوڑ کے تشنہ دہن خراب

وعدہ کیا ہے غیر سے اور وہ بھی وصل کا / کلی کریں حضور ہوا ہے دہن خراب

کس سے مثال دوں تری زلف دراز کو / عمر طویل خضر ہے اک مختصر جواب

مشکل کے وقت دل ہی سے کچھ مشورہ کریں / کیوں ہیں کسی کو غیر سے ہم پوچھکر جواب

ہنگامہ حشر کا صفت گرد رہ گیا / تیرے خرام کا ہوا فتنہ گر جواب

چکرائیں سب کے سب وہ بتاوں میں جوڑ توڑ / دے دشمنوں کو مجھسے فرا پوچھکر جواب

لیجا بجائے نامہ مرے جذب شوق کو / لے آ انہیں کو انسے نہ لا نامہ بر جواب

اسطرف داغ سویدا۔ اسطرف داغ فراق / چاند نکلا ہے مرے دل سے جگر سے آفتاب

ڈھونڈتا ہوں اسکو دلمیں اٹھکے آدھی رات کو / روز جسکی راہ میں چلتا ہے سر سے آفتاب

ہو وہ ذرہ مشرق و مغرب ہی مٹھی میں ہے / چھپ کے جائیگا کہاں میری نظر سے آفتاب

میری رگ رگ میں بھری ہے ہوس جام شراب
سانس میں آتی ہے بوئے نفس جام شراب

چھپ چھپ کے جان لینے کو وہ دلمیں آئے ہیں
مرنا ہمارا زندگی جاوداں ہے اب

بانگ شکست رنگ صدائے جرس تھی
اشکوں کا قافلہ سوئے دامن رواں ہے اب

تم جسکو ڈھونڈتے ہو وہ مٹی میں مل گیا
مائل کا نام رہ گیا مائل کہاں ہے اب

اندھا بنا ہوں سب میں تجھے سب میں دیکھکر
یارب کدھر زمیں کدھر آسمان ہے اب

پ

چال میں کچھ پڑ گئے ہنگامۂ محشر سے آپ
کسکا گھر کو جائینگے آئے ہیں کسکے گھر سے آپ

دل میں آنکھوں میں کلیجے میں چھپا لوں آپکو
یہ بھی تو فرمائیے چھپتے ہیں کسکے ڈر سے آپ

آپ ناظر آپ منظور آپ ہی اپنی نظر
کسکی صورت دیکھنے نکلے ہیں اپنے گھر سے آپ

ہاتھ یہ تو کیا اٹھائے تیغ سے ہاتھ
آج کس کس کا گلا کاٹینگے اس خنجر سے آپ

ج

تم اپنے گھر گئے کہ وہ دشمن کے گھر سے آج — فرمائیے تو جاؤں یہ نکلا اِدھر سے آج
بے چینیاں ہیں ہمیں مگر تسلیاں نہیں — اڑتی ہیں بجلیاں بھی تمہاری نظر سے آج

***

میں حشر میں روتا ہوں تو ہنستے ہیں گنہگار — دشمن ہے جہنم کا مرا دیدۂ تر آج

***

مائل ہے پل صراط پہ چلنے کا جب بشر — وہ بت کہے تو گھر میں کیا آستانہ آج

***

ح

وہ تار تار جو آواز دے فغاں کی طرح — وہ ساز ساز جو باتیں کرے زباں کی طرح
تری طرح تری تصویر کھیلتی ہے شکار — نظر ہے تیر کی صورت بھویں کماں کی طرح
وہ دل جو سینے میں تھا ہائے آج اشک بن کے — گرا ہے آنکھ سے بیتاب ناتواں کی طرح
جو دھوپ میں بھی چلوں تو حسن چھائے مرا — کھڑی ہے موت مرے سر پہ سائباں کی طرح

بغل میں دل نہیں اک طائر تجلی ہے
میں نخل طور پہ لٹکونگا سائباں کیطرح

خ

ہے سر سے قدم تک وہ بت ماہ لقا شوخ
دل شوخ، نظر شوخ، صدا شوخ، ادا شوخ

اٹکھیلیوں سے چلتی ہے جب چلتی ہے ظالم
ہے تیری طرح تیرے محلے کی ہوا شوخ

ہو ساز کوئی یا میرا ٹوٹا ہوا دل ہو
باجا وہی اچھا ہے کہ ہو جسکی صدا شوخ

د

کب اُسے دیکھ سکی خلق خدا میرے بعد
خواب میں بھی وہ کسی کے نہ گیا میرے بعد

یوں اُٹھو گے نہ رہا ناز اُٹھانے والا
تم مجھے یاد کروگے بخدا میرے بعد

جاں نثار و ہمیں دل فگار و ہمیں غمخوار و ہمیں
اس پری کو کوئی مجھسا نہ ملا میرے بعد

کیوں نہ اترائے مری لاش کفن کے اندر
مائل اس بت نے میرا نام لیا میرے بعد

بیٹھے جو نقش بنکے وہی داغ ہے عزیز
اُٹھے جو درد بنکے وہی آرزو پسند

رکھ لوں اُسی کا نام کرے جسکو یاد تو
بدلوں اُسی کا بھیس کرے جسکو تو پسند

س

گنہگاروں کی آہوں کا ہے دھواں سر پر   اک آسمان کھڑا ہے زمین محشر پر

بنادے حشر میں اک پاک بتکدہ یارب   کھنچے خلیل کی صورت نگاہ آذر پر
پری کے ساتھ مجھے حور بھی نظر آئی   پڑا جو سایہ کسی خوبرو کا ساغر پر

یہ کس خورشید کا پر تو ہے میرا عنصر خاکی   کہ ہر اک ذرہ کہتا ہے انا بیت الصنم ہو کر
خدا جانے خدا کے آگے ملیں کسنے چٹکی لی   قیامت میں فرشتوں پر گرے بیتاب ہم ہو کر
یہی دل دست موسیٰ میں یہی دل دست آذر میں   کہیں نکلا ید بیضا کہیں نکلا صنم ہو کر
پڑھونگا کعبۂ مقصود کو کرتا ہوا سجدہ   تیری راہ تجسس میں چلیگا سر قدم ہو کر

وہ بدبخت ہوں جب میرا نام آیا   لکھا لوح محفوظ پہ خط بدل کر
مری روح کی مجھ سے الفت تو دیکھو   سرانے کھڑی ہے بدن سے نکلکر

جو چاہا کہ ساتھ انکے یوسف کو تولیں ترازو نہیں دونوں آنکھیں نکل کر
ترے حسن نے اس قدر گدگدایا کہ آئینہ سے گر پڑا عکس اچھل کر

مزا آتا ہے کیا کیا بخشنے والے کو محشر میں فدا رحمت پہ ہے رحمت فدا ہے میرے عصیاں پر
تمہیں کہہ دو کہ دل کیا چیز ہے ہم بھول بیٹھے ہیں یہ گلدستہ کسی کا ہے دھرا طاق نسیاں پر

حضور دو جگر کی تو شوخیاں دیکھو کہ دوڑتا ہے مرے جسم میں لہو ہو کر
بنا کے برق نکالونگا انکو پردے سے غضب میں لاؤنگا موسی کی گفتگو ہو کر
وہ منہ جو دیکھ رہے ہیں اٹھے ہیں عکس کے ہاتھ وہ عاشق آئینہ دیتا ہے دوبدو ہو کر

سیاہ کار دو عالم سے حشر ہے موقوف کہ صور پھنکا ہوا سرمہ در گلو ہو کر
دم سوال نہ کرونگا نہ روز محشر بھی دہان گور سے نکلا ہوں گفتگو ہو کر

کانوں نے سنا جو وہ یاد دل نے ستایا آنکھیں جو دیکھیں گی تماشا ابھی کچھ اور
خلوت ہے نہ صحبت وہ راتیں وہ دن ہیں تم آؤ تو ہو جائیگا یہ دنیا ابھی کچھ اور

اٹھا کے آئینہ سبزۂ خط تو دیکھ اے شمع حسن و خوبی
پتنگے بولیں گے جیسے طوطی چلیں گی طوطی پتنگ ہو کر
وصال بھی ہے عجیب صیقل صفائی ہوتی ہے دونوں جانب
کدورتیں دل کے آئینے سے نکلتی جاتی ہیں زنگ ہو کر

ز

محشر میں چلتے چلتے کرونگا ادا نماز — پڑھ لونگا پل صراط پہ مائل قضا نماز
دیکھو کہ پھنس نہ جائیں فرشتے بھی جال میں — کیوں پڑھ رہے ہو کھول کے زلف رسا نماز
مسجد میں پانچ وقت عادہ بھی وصل کی — مائل بتوں کے واسطے پڑھتے ہو کیا نماز

کہتا ہے تڑپ کر دل پہ داغ ہمارا — ہم رنگ نکالیں گے بہ رنگ پر طاؤس
شانہ پہ نظر زلف میں شانہ ہے منقش — شہباز کے چنگل میں ہے چنگ پر طاؤس

یہ قوس قزح کس دل پر درد کی ہے آہ　　اسمیں ہیں کئی رنگ برنگ پر طاؤس

ای جان ہر جگہ یہ نظر بازیاں رہیں　　دونوں جہاں ہیں گھر ہو مرا تیر گھر کے پاس
اسکی نظر پڑے تو درِ دل کشادہ ہو　　کنجی ہے اس مکان کی اس فتنہ گر کے پاس

ش

دل مضطرب نہیں مانتا اسے لے کے جا اسے لے کے جا
نہ یہ کوہ سے نہ یہ دشت سے نہ یہ باغ سے نہ یہ گھر سے خوش

یہاں یاس ہے وہاں رنج ہے یہاں درد ہے وہاں داغ ہے
تری یاد کو میں کہاں رکھوں نہ یہ دل سے خوش نہ جگر سے خوش

وہ تیری غرض کوئی دل ملے وہ مری غرض تو نظر پڑے
ترا ہاتھ پردہ در سے خوش میری آنکھ روزن در سے خوش

جو رشیق ہو تو شفیق ہو جو انیس ہو تو جلیس ہو
وہی درد دل کو جو خوش کرے وہی داغ جو ہو جگر سے خوش

دل لیکے اڑی کاکل جانانہ سر دوش
اک حور چلی لیکے پری خانہ سر دوش

اس شان سے آذر کو اٹھا قبر سے یارب
بت زیر بغل ہوں کوئی بتخانہ سر دوش

سر رکھ کے مرے شانہ پہ تم کھولدو آنکھیں
جھک آئے کسی رات یہ مے خانہ سر دوش

یارب مرے اعمال کے دفتر کے برابر
قسمت کا بھی دفتر ہو جدا گانہ سر دوش

مے جام، قدح، مہر، سبو گنبد گردوں
پھرتی ہے ہوا لیکے یہ میخانہ سر دوش

گر عشق حقیقی ہی کا زینہ ہے مجازی
کعبے کو اٹھالے مرا بتخانہ سر دوش

میں تجھ کو رخ حسیناں ابھی دکھلاتا ہوں
خلد کیسا ہے ذرا مجھکو دکھادے واعظ

کون ہے فرش پہ ہے عرش پہ اللہ اگر
سچ نہ بولے تو خدا تجھکو سزا دے واعظ

لطف سوز و اضطراب و پردہ داری کچھ نہ پوچھ
کر سکیں کیونکر بیاں پروانہ و فانوس و شمع

آتش گل سے چمن روشن ہے مثل انجمن
برگ و شاخ و آشیاں پروانہ و فانوس و شمع

عکس محفل کا میری آنکھوں میں آنکھیں اشک پر
ہیں تہ آب رواں پروانہ و فانوس و شمع

منہ سے اپنے چھپ نکلتے کیوں ہو چھپانے کے لیے
منہ نہ پوچھو میری جاں پروانہ و فانوس و شمع

اب بھی حاصل شب کی وہ صحبت میری آنکھوں میں ہے
گو میں نظروں سے نہاں پروانہ و فانوس و شمع

غ

سرخی لہو کی آئی ہر اک داغ عشق میں
پیدا ہوئے جگر میں گل گل بہار داغ

پرتو فگن ہے شیشۂ چہرہ رنگین بدست حسن
ہیں میری چشم تر میں گل گل بہار داغ

مرا دل جو وہ چھین کر لے گئے — کلیجا تڑپتا رہا دیر تک
مری بدگمانی جہنم میں جائے — کھڑا تھا وہ پیش خدا دیر تک
نہ تھمنے دیا درد دل نے مجھے — وہ کہتے رہے کیا ہوا دیر تک

گ

سوز نہاں سے ہو گئی پیدا سخن میں آگ — وقت بیاں لبوں پہ ہیں شعلے دہن میں آگ
مٹی پڑی تو سوز محبت نہ کم ہوا — میرے کفن پہ خاک ہے میرے کفن میں آگ
چلمن کے پاس چلتی ہے دو بجلیوں میں چوٹ — یاں آہ میں ہے واں نگہ سحر فن میں آگ

چمک کے رنگ بھبھوکا بنا رہا ہے انھیں — لگا رہی ہے بہار چمن چمن میں آگ
سفر سے بھیجیں گے ہم تحفہ طور کی تجلی — لگے گی آہ غریب الوطن وطن میں آگ
جو پی شراب تو نشہ سے آنکھ لال ہوئی — بنا ہے آہوے دشت ختن ختن میں آگ

ل

اچھا وہ دل پڑے جو کسی کی نگاہ میں — اچھی وہ آنکھ ہے جو کرے جستجوئے دل

کب تک بہاؤں اشک کلیجا سنبھال کر — ظالم تو یوں سنور کے نہ آ روبروئے دل

جینے سے فائدہ مجھے میں جی کے کیا کروں — یار آئے سوئے دل نہ خدا آئے سوئے دل

جانبازی کی جانبازی تماشے کا تماشہ — دل رقص کناں آگئے ہے قاتل پہ بس دل

کس درجہ ہوسناک ہے یہ زیست ہماری — تن کو ہوس جاں ہے تو جاں کو ہوس دل

پھر قافلۂ درد مصیبت کی ہے آمد — پھر کان میں آتی ہے صدائے جرس دل

دم بھرتا ہے تیرا تو ٹپک پڑتے ہیں آنسو — کرتا ہوں جو اشکوں پہ شمار نفس دل

ایسا نہ دے عدو کو بھی پروردگار دل — مغموم دل ستم زدہ دل اشکبار دل

دو چار کھل گئیں گرہیں انکی زلف کی — دس بیس لوٹتے ہیں سر رہگذار دل

تو اور تیرے ساتھ تری چلبلی نظر — میں اور میرے ساتھ مرا بیقرار دل

نظروں میں ہے مجاز و حقیقت کا ایک رنگ — بت آئے سوئے دل کہ خدا آئے سوئے دل

تو ایک تیرے ساتھ ادائیں ہیں سینکڑوں — میں ایک میرے ساتھ ہزار آرزوئے دل

دل کے اندر طور کے اوپر چشم صنم میں عین حرم میں
تیری ہی صورت تیری ہی مورت پوجنے جائیں تجھکو کدھر ہم
لطف بڑا ہوا ور مزا ہو اس کے عوض گر آپ کو پائیں
بیٹھ کے اپنے گھر کے اندر ڈھونڈھ رہے ہیں یار کا گھر ہم
منہ جو کھلے گا رنج بڑھے گا ہم سے نہ بولو ہم کو نہ چھیڑو
کاہیدہ تن آزردہ جاں آشفتہ دل خستہ جگر ہم

ساری خلقت راہ میں ہے اور رہو منزل میں تم — دونوں عالم دل کے باہر ہیں فقط ہو دل میں تم
میں جہاں جاتا ہوں آتے ہیں وہاں مجھکو نظر — راہ میں تم گھر میں تم خلوت میں تم محفل میں تم
میں وہ مجنوں ہوں کہ ہر ذرہ میں ہے جلوہ مرا — میری صورت دیکھلو گرد میں محمل میں تم
ٹکڑے ٹکڑے کرکے مجھکو دیکھ لو مجھ میں ہے کون — ہاتھ میں تم پاؤں میں تم آنکھ میں تم دل میں تم
وصل کا نقشہ کچھ ایسا ہے کہ دونوں ایک ہیں — سچ تو کہہ دو تم ہیں مائل کہ ہو مائل میں تم

ن

اسکی آنکھوں کے یہ اشارے ہیں
جتنے دل ہیں وہ سب ہمارے ہیں

جسطرف منہ پھیرا گری بجلی
دونوں کانوں میں گوشوارے ہیں

کوئی چٹکی دلوں میں لیتا ہے
آج بیچین لوگ سارے ہیں

دور جبتک کہ ہو تصور ہو
پاس جبتک کہ ہوں نظارے ہیں

بہت ڈھونڈا نہ پایا سیکڑوں لاکھوں ہزاروں میں
مری جاں تجھ سا دلداروں میں مجھ سا جاں نثاروں میں

ازل کے دن پسند آیا جو فن سامری ان کو
تو جادو بھر دیا خالق نے آنکھوں کے اشاروں میں

تجھی کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں ہر رنگ میں ہلکر
مکاں میں لامکاں میں آسمانوں میں مزاروں میں

یہ کس مے خوار کی ٹوٹی ہوئی توبہ کے ٹکڑے ہیں

نماز پنجگانہ بن گئے پرہیزگاروں میں

دکھاتی ہے تماشہ برق ایمن طور میں چھپ کر

شرارے شوخیاں کرتے ہیں کیا کیا کوہساروں میں

لوگ گردش میں جو یہ سارے ہیں — آدمی ہیں کہ یہ ستارے ہیں

دل میں تم آکے تماشا دیکھو — کشش حسن کے یہیں نظارے ہیں

پاس تھے پاس تھا جبتک انکو — اب فقط دور کے نظارے ہیں

دیر و کعبہ میں ہیں ہیں مائل — ہر جگہ اپنے ہی نظارے ہیں

کوئی حیرت کدہ عالم میں زباں کیا کھولے — مرغ تصویر کو ہے طاقت گفتار کہاں

دلمیں ڈھونڈھوں کہ کلیجے میں کہ آنکھوں میں تجھے — گھر کہاں ہے ترا رہتا ہے تو اے یار کہاں

کہیں مائل وہ قیامت میں نہ ہو جائیں خفا — چٹکیاں لیتا ہے اندیشہ فردا دل میں

لپٹ گیا ہے مرا دل تمہارے دامن سے — جھٹک نہ دو اسے رہنے کا یہ غبار نہیں

کبھی جگر میں کبھی دل میں ہے کبھی سر میں — وہ درد مجھکو ملا ہے جسے قرار نہیں
ہمارے ساتھ ہوئیں فرقتیں اتنی — جگہ بدلنے کو کروٹ تیرہ مزار نہیں

شان خدا کو دیکھا ہر ایک صنم میں — پہنچا جو بتکدے میں داخل ہوا حرم میں
دل محو یاد حق میں جاں کو بہ یہ صنم میں — ہے شمع بتکدے میں فانوس ہے حرم میں
توڑے خلیل کسکو چھوڑے خلیل کسکو — آذر میں ہر صنم ہے آذر ہے ہر صنم میں

نہیں ہے یہ دل خانہ خراب پہلو میں — دھری ہے چیز کوئی لا جواب پہلو میں
وہ ذرہ ہوں جو زباں سے مری نا نکلے — گھسیٹ لیگا مجھے آفتاب پہلو میں

کیا کہوں آج کہ کیا کیا وہ بنا گئے ہیں مجھے — جاتے ہیں دار محشر کے مقابل دونوں
چھین لی نالہ نے تاثیر دعا کے زاہد — لڑ پڑے باب اجابت کے مقابل دونوں

اگرچہ وہ بے پردہ آئے ہوئے ہیں — چھپانے کی چیزیں چھپائے ہوئے ہیں
اسی میں ہے ایجان تصویر تیری — کلیجے سے دل کو لگائے ہوئے ہیں

زباں تو یہ ہیں جنکی خلوت کے چرچے / یہی ہیں جو محفل میں آئے ہوئے ہیں
ذرا میں بھی دیکھوں تو سر سے قدم تک / مرا دل کہاں وہ چھپائے ہوئے ہیں
مرا دل ہے قربان آنکھوں پہ میری / وہ جیسے نظر میں سمائے ہوئے ہیں
غریبوں کے تم کیوں گلے کاٹتے ہو / یہ بندے خدا کے بنائے ہوئے ہیں

اپنی ملت اپنا مذہب اپنا ایمان اپنا دین / کھو بیٹھے پھر تو کافر بتو تمکی یاد میں
خاک کے پتلوں پہ دن رات ایسی ایسی سختیاں / کونسا پتھر ہے یا رب چرخ کی بنیاد میں

آج تھم تھم کر مزا آتا ہے انکی یاد میں / کوئی شے رہ رہ کے چبھتی ہے دل ناشاد میں
وقت آخر اپنا اپنا دین ایمان اپنے ساتھ / سب خدا کی یاد میں (بندہ) تمہاری یاد میں
تیری صورت ہے تری شوخی ہے تیری یاد ہے / چشم تر میں جان مضطر میں دل ناشاد میں

ماردو بھی تم جلاؤ بھی تم تمکو کیا کہوں / تمکو خدا کہوں کہ خدا کو خدا کہوں
یارب کسی کا دل نہ دکھے میری بات سے / جھڑ جائے یہ زبان جو کسی کو برا کہوں
جو چیز دل میں چھپکے نکل آئے لیکے جان / اسکو قضا کہوں کہ تمہاری ادا کہوں

ہر بات پہ جو کہتے ہو یہ جھوٹ وہ غلط تم ہی کہو کہ یوں جو کہو تم تو کیا کہوں
یارب نہ پوچھ حشر کے دن دردِ دل کا حال تو میرا ہم مذاق نہیں تجھسے کیا کہوں
سوجھی ہے کیا کہ حشر میں بک رہا ہوں کیا جو مجھکو بخشتے ہیں اسی کو خدا کہوں

جو ہم کرتے ہیں مائل کیا وہ بہکانے کی باتیں ہیں
یہ معشوقوں کو محبوبوں کو پھسلانے کی باتیں ہیں

کیا کیا تجلیاں ہیں رخِ لاجواب میں دیکھو تو کتنے رنگ ہیں اک آفتاب میں
ہے اور ہی نظارہ کا موقع حجاب میں میری نظر کے تار ہیں تیری نقاب میں
ہے پیش فلسفی بھی قیامت ترا خرام کھنچکر زمین جا نہ پڑے آفتاب میں
اک تم کہ شوخیوں سے نہیں ہے تمھیں قرار اک ہم کہ ہمکو چین نہیں اضطراب میں
ہے جلوہ ہائے ظاہر و باطن کا ایک رنگ باہر بھی ہے نقاب کے جو ہے نقاب میں
اُس ہاتھ کے نثار یہ جس ہاتھ سے کھلے دل کی گرہ ہے آپکے بند نقاب میں
حوریں عطا ہوں خلد میں اتنی ہی یا کریم جتنے گناہ میں نے کئے ہیں شباب میں
ساری تجلیاں مرے دل کی بغل میں ہوں دریا سمٹ کے آئے الٰہی حباب میں

ہم کیوں کہیں تو تمکو یہ تیلے جفا کے ہیں
ان پیاری صورتوں میں تو جلوے خدا کے ہیں

دل پر نہیں ہے داغ یہ قدرت کی مہر ہے
کچھ بھید اسمیں بندہ ہمارے خدا کے ہیں

نکلا ہوں ڈوب ڈوب کے ہر ایک رنگ میں
پکے ہیں جتنے رنگ وہ میری فنا کے ہیں

آتا ہے میری آنکھ میں وہ آفتاب حسن
جلوے نظر کی تار میں بھی اسکے ہیں

ہم اسکو جانتے ہیں وہ پہچانتا نہیں
مائل ہم آشنا بت نا آشنا کے ہیں

رو کے تھمتا نہیں وہ شمع شبستاں ہوں میں
جل کے بجھتا نہیں وہ سروچراغاں ہوں میں

ہر تعین میں تنزل کی پڑی منہ پہ نقاب
سات پردوں میں چھپا ہوں عجب انساں ہوں میں

میں جو کہتا ہوں مجھے سب سے ہے ایماں پیارا
وہ یہ کہتے ہیں کہ غارت گر ایماں ہوں میں

کسی صورت کسی عالم میں نہیں دلجمعی
کیا تیری زلف ہوں اتنا جو پریشاں ہوں میں

تیری کثرت کا یہ غوغا ہے بھٹکتے جاؤ

تیری وحدت کا یہ ایما ہے نگہباں ہوں میں

کبھی پروانہ کبھی بزم کبھی بزم نشیں

کبھی فانوس کبھی شمع شبستاں ہوں میں

اپنے گھر میں جو پہنچ جاؤں تو دلجمعی ہو

ہفت اقلیم میں پھرتا ہوں پریشاں ہوں میں

ہے فقط دوست پرستی میرا مذہب مائل

سچ تو یہ ہے کہ نہ کافر نہ مسلماں ہوں میں

بوسہ تو دے کے نہ جا بندۂ احساں ہوں میں

آ ادھر آ تیرے صدقے ترے قرباں ہوں میں

دیکھتا ہے مجھے کیوں تیز نظر سے کوئی

جس میں چبھتا نہیں نشتر وہ رگ جاں ہوں میں

نذر لو دل یہ ترے اشکوں سے سات پانی سے دھو کے لایا ہوں

گرچہ جز ہوں مگر ہوں محو کل — ہیں ہی قطرہ ہوں میں ہی دریا ہوں
ہیں یہ درجے مرے تنزل کے — عرش ہوں کعبہ ہوں کلیسا ہوں
خلق نے اچھے ہیں جن کو انہیں برا — ہیں برے خلق نے انہیں اچھا ہوں
مستحق کیا نہیں ہوں جنت کا — سیدھا سادھا ہوں بھولا بھالا ہوں

وہ پارہ ہوں میں جو آگ میں ہو وہ برق ہوں جو سحاب میں ہوں
زمیں پہ بھی اضطراب میں ہوں فلک پہ بھی اضطراب میں ہوں
نہ میں ہوا میں نہ خاک میں ہوں نہ آگ میں ہوں نہ آب میں ہوں
شمار میرا نہیں کسی میں اگرچہ میں بھی حساب میں ہوں
مزا ہے ساقی ترے کرم سے ظہور میرا ہے تیرے دم سے
وہ بادہ ہوں جو ہوں میکدے میں وہ نشہ ہوں جو شراب میں ہوں
غضب ہے جوش ظہور تیرا پکارتا ہے یہ نور تیرا
خدا نے اندھا کیا ہے جسکو اسی کے آگے حجاب میں ہوں
دماغ میں ہے قدح کشوں کے دہن میں آیا ہوں مہوشوں کے
نشہ وہ ہوں جو شراب میں ہوں مزا وہ ہوں جو کباب میں ہوں

ہجوم نظروں کا ہے وہ منہ پہ دیا ہے دونوں کو جس نے دھوکا
یقیں یہ مجھکو بڑا ہے پردا، گماں یہ انکو نقاب میں ہوں
جو حال پوچھو تو اک کہانی نشاں جو پوچھو تو بے نشانی
وہ ذرّہ ہوں جو مٹا ہوا ہوں اگرچہ میں آفتاب میں ہوں

سو سو تجلیوں کا ہے گھر ایک اک نظر — اے شوق کیا کریں کہ ہر طور ہم نہیں
کیا سر سے چلتے ہیں ترے کوچے میں اہل سر — نقش جبیں ہے خاک پہ نقش قدم نہیں
ہر بتکدے کو چھان کے تجھکو کہا خدا — تو بھی تو ایک ہے کوئی تجھ سا صنم نہیں

واں اک چراغ طور سے موسیٰ کے ہوش اڑے — یاں سیکڑوں ہیں جلوے کے ٹکڑے نگاہ میں
سچ پوچھئے تو دل میں ہے جو کچھ اسی میں ہے — پھر دیکھئے تو کچھ نہیں نیچی نگاہ میں
ہو دوڑ دھوپ تمکو مبارک جناب خضر — ہم سر جھکا کے بیٹھ گئے خانقاہ میں

اک میں کہ میری شکل کسی آنکھ میں نہیں — اک تو کہ تیری شکل کھنچی ہر نگاہ میں
صورت پذیر معنی ہیں کیا کیا تجلیاں — لاکھوں صنمکدے ہیں مری خانقاہ میں

دن کو وہی ملا مجھے شب کو وہی ملا   سائلؔ وہی چھپا ہے سپید و سیاہ میں

کیوں حضرتِ آدم کے گلے ملکے نہ روئیں   ہم بھی کسی محفل سے نکلوائے ہوئے ہیں

آنکھوں کی حیا آگئی رفتار میں کیونکر   نقشِ کفِ پا راہ میں شرمائے ہوئے ہیں

کس لطف کی ہے باخبری بے خبری میں   ہم کھو کے دو عالم کو تجھے پائے ہوئے ہیں

کچھ ذوق ہے کچھ شوق ہے کچھ فکر ہے کچھ خوف   خلوت میں بلا کر مجھے گھبرائے ہوئے ہیں

بہ رنگ شمع و فانوس ایک ہی محفل میں رہتے ہیں

ہم ان کی انجمن میں وہ ہمارے دل میں رہتے ہیں

یہاں تڑپے وہاں تڑپے ادھر لوٹے اُدھر لوٹے

جدا جب تم سے رہتے ہیں بڑی مشکل میں رہتے ہیں

ہماری بدگمانی ہم کو کافر ہی بنا دے گی

خدا بھی دل میں رہتا ہے یہ بت بھی دل میں رہتے ہیں

وہ خلوت میں وہ جلوت میں جدا ہوتے نہیں سائلؔ

کہ دن بھر آنکھ میں پھرتے ہیں شب بھر دل میں رہتے ہیں

نہ پوچھو کیسی جھلکیاں دیکھی ہیں چلمن میں
وہی آنکھوں میں ہیں جو پردہ حائل میں رہتے ہیں
ترے صدقے ترے قربان تھم کر آ سنبھل کر آ
کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے کہ ارمان دل میں رہتے ہیں
پپیہے بولتے ہیں۔ کوکتی ہیں کوئلیں مائل
یہ کیا۔ دل کیوں ہے چپ کیوں ولولے نالے ودل میں رہتے ہیں

سکوت اس کا، تڑپ اسکی، شکیبا اسکا۔ تپش اس کی
رہا ہو جس کے دل پر پائے دستِ نازنیں برسوں
گرا کر طور پر اک بار بجلی کیا ڈراتے ہو
گری ہے عرش پر تو میری آہ آتشیں برسوں
نہ سیرت ایسی پریوں کی نہ صورت ایسی حوروں کی
نہ ہو پھر تجھ سا پیدا اگر پھیرے چرخ بریں برسوں
اسے سیکھا اسے پایا۔ اسے پایا اسے کھویا
مجھے علم الیقیں برسوں رہا حق الیقیں برسوں

بجا ہے راست ہے شکوہ جو ہے بے التفاتی کا
ہمیں کو تو نہیں فرصت نہیں ملتے ہمیں برسوں
تصدق اس پہ ہم ہوتے رہے مر کر بھی اے مائل
پھری اطراف اس بت کے نگاہ واپسیں برسوں

بات جو عمر بھر نہ مانی تھی — خواب میں آ کے مان لیتے ہیں
پوچھتے ہیں رقیب دل کا حال — مدعی امتحان لیتے ہیں
اس ادا کی خبر خدا کو ہو — جس ادا سے وہ جان لیتے ہیں
خاکساروں کے حوصلے دیکھے — مٹ کے دونوں جہان لیتے ہیں
وہیں کرتے ہیں خضر آ کے طواف — دم جہاں ناتوان لیتے ہیں
کرتے ہیں مشق نفی و اثبات — سانس یوں ناتوان لیتے ہیں

کس نے ٹھہرا دیا کف گستاخ نشہ میں — محفل سے پینے والے نکلوائے جاتے ہیں
ہو لطف دیکھنے جو تماشہ رقیب آئے — ارمان میرے دل سے نکلوائے جاتے ہیں
کعبے سے اٹھ کے دیر کی بھی ہم نے سیر کی — یا رب یہاں بھی تیرے نشاں پائے جاتے ہیں

ملتا ہے جب کہیں کسی خلوت کا روشناس
سو سو طرح کے دل میں خیال آئے جاتے ہیں

ایجاد تو ہی جب آئے نظر
دیکھ کر ہم دونوں عالم کیا کریں

پاس ہی کر جب نہ تم اچھا کرو
چرخ پر سے ابن مریم کیا کریں

جنت میں دوزخ کی لگا دیں آسے
دم نہ لے جب چشم پرنم کیا کریں

لائیں اور کے مقابل کیا آسے
حشر کے مجمع کو یہ ہم کیا کریں

مسکن مرا کسی کا دل نازنیں نہیں
دنیا میں میرے نام کا کوئی نگیں نہیں

کس کی نگاہِ ناز کا مارا ہوا نہیں
خود جی رہا ہوں پھر مجھے اب تک یقیں نہیں

آ میرے دل میں جا نہ تصور میں غیر کے
واں تیرے پاؤں رکھنے کے قابل زمیں نہیں

سیکھا ہے میں نے خلق حسینوں کے واسطے
جو چاہئے ملیں آ کے کسی سے نہیں نہیں

جنس وحدت ہوں مگر کثرت کے بازار دل میں ہوں
میں وہ یوسف ہوں جو آپ اپنے خریدار دل میں ہوں
پوچھتا ہے راہ میں مل کر مزاج اچھا تو ہے ۔

ہائے کس منہ سے کہوں میں تیرے بیماروں میں ہوں

چشم روزن بن کے تجھکو دیکھتا ہوں جابجا

دل میں عالم کے ہوں تیرے گھر کی دیواروں میں ہوں

پڑتی ہیں مجھ پر حسینوں کی نگاہیں تیز تیز

میں وہ عاشق ہوں جو معشوقوں کی تلواروں میں ہوں

رنگ ہوں میں حسن میں ہوں روح ہوں میں نور ہوں

دل میں ہوں آنکھوں میں ہوں لب میں ہوں رخساروں میں ہوں

جان کر پہچان کر پھر پوچھتے ہو نام کیا

مبتلا مائل ہوں تمھارے ناز برداروں میں ہوں

جو کہ دم عاشقی کا بھرتے ہیں — روز جیتے ہیں روز مرتے ہیں

اس کی تقدیر مجھکو ملجائے — جس سے ہنسکر وہ بات کرتے ہیں

آپ کی بات کا بھروسہ کیا — آج کہتے ہیں کل مکرتے ہیں

ہائے ہم بیخبر نکلا بھی مہر حشر ڈھلا بھی — وہ کیا جانیں جو سائے میں تیرے دامن کے بیٹھے ہیں

یہاں سے عالم ہو تک جو دوڑوں کس طرح دوڑوں
ہزاروں کھینچنے والے یہی تو دامن کے بیٹھے ہیں
حجاب اچھا ہے لیکن اس طرح اچھا نہیں مائل
کہ وہ گھونگٹ نکالے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

حرم میں ان کا جلوہ دیر میں بھی ان کا جلوہ ہے
کہیں کچھ بن کے بیٹھے ہیں کہیں کچھ بن کے بیٹھے ہیں
اٹھاتے کیوں ہو اپنی انجمن سے جاں نثاروں کو
یہ پروانے چراغِ چہرۂ روشن کے بیٹھے ہیں
اگر پردے اٹھے ساری خدائی کے تو کیا حاصل
وہی چلمن اُٹھے پیچھے وہ جس چلمن کے بیٹھے ہیں
انہیں کیا دیکھنے جاؤں چھپائیں طور پر جو منہ
وہی اچھے جو پہلو میں سنور کے تن کے بیٹھے ہیں

پوچھا ہنسی ہیں کس طرح کھلتا ہے وہ دہانِ تنگ

عقدۂ دل کھلا کہ یوں غنچۂ دل کھلا کہ یوں

نشہ میں بحث تھی کہ دل زلف سے کس طرح گرا
ساغر بادہ ہاتھ سے اس نے ٹپک دیا کہ یوں

چال میں تیری ہے ادا تیرے قدم ہیں فتنہ زا
ذکر ہے روز حشر کا چل کے مجھے بتا کہ یوں

صورتیں کیا کیا تصور میں نمایاں ہو گئیں
بند رہکر بھی مری آنکھیں پریشاں ہو گئیں

آنکھ کے پردے قدیمی حسن کے نکلے حجاب
شوخیاں جتنی تھیں نو پیدا وہ مژگاں ہو گئیں

کیسی جاں انگیز ہیں کیسی قیامت خیز ہیں
قبر کی راتیں بھی کیا فرقت کی گھڑیاں ہو گئیں

شوخیاں سب کی کہاں سے لائیں وہ صبح وصال
گھر میں جتنی نعمتیں تھیں صرف مہماں ہو گئیں

کھو دیا وحدت نے جب کثرت ہے وہمی اختلاف
کفر کی رسمیں جو تھیں اجزائے ایماں ہو گئیں

کاتب اعمال میں نے کب کئے اتنے گناہ
ملتیں بھی کیا شریک فرد عصیاں ہو گئیں

آج رقیب فتنہ گر لیگیا موت کی خبر
میرا ہی رنج و غم سہی غیر اسے رلا گئے کیوں

حسن جمال دلفریب دشمن جان پر شکیب
منہ سے نقاب اٹھا کے وہ سامنے میرے آئے کیوں

ہمکو گناہ پر ہے ناز بخشنے والا ہے نیاز   ہم اُسے آزمائیں کیا وہ ہمیں آزمائے کیوں

حسن ازل ہو کیوں نہاں آئینہ خانہ ہے جہاں   اپنی نگاہ شوق سے اپنا ہی منہ چھپائے کیوں

مائل مضطر کو ہے مثل کلیم شوق دید   طور تو جل کے بجھ گیا آگ وہ پھر لگائے کیوں

کیسی کیسی اڑی ہے افواہ   ہم تم بدنام ہو رہے ہیں

کیا ان کو خبر ہمارے دل کی   دشمن کی نظر میں جو رہے ہیں

پھولوں سے گری ڈہلک کے شبنم   ہنسنے والے بھی رو رہے ہیں

عیسیٰ تنہا خضر مجرد   عمریں اپنی یہ کھو رہے ہیں

نہ رکھو اپنے جی کی بات جی میں   کہو کچھ دل لگی ہے کچھ ہنسی میں

کھلا وہ بھید جو ہے آدمی میں   خدا کو میں نے پایا بیخودی میں

سر طور اسکو لیجا کر بٹھاتا   تری صورت اگر ملتی کسی میں

اگر مانگیں وہ دل جب چاپ دیدے   بھلائی ہے تری مائل اسی میں

سیر کیا کی صبحدم ہر گل کو شرمندہ کیا   اوس پھولوں پر پڑی دبا ہے گلشن آپ میں

میں صبح ہی سے یار اشکوں میں بہے میرے نکل یار   کیوں نہ روؤں رات دن ہوتا ہے دریشن آب میں
جل مروں یا بہہ چلوں طوفان میں ہار کیا کروں   برق بالائے نشیمن ہے نشیمن آب میں
میری چشم تر میں جیسے آئے تجھے ویسے چلے   ڈوبنا تو کیا؟ نہ بھیگے پاکدامن آب میں

وہ عنایت وہ مروت وہ محبت نہ رہی   آپ آتے بھی نہیں ہمکو بلاتے بھی نہیں
میرے سینے میں رہے سب کی نگاہوں میں پھرے   دل سے جاتے بھی نہیں دل میں سماتے بھی نہیں

آنکھ تو منہ پہ ہیں اے رشک پری رو دل میں   یہ بھی دل ہی میں ترا آئیں کہ ہے تو دل میں
لاکھ نظروں میں نظر وہ ہے جو سینہ چھیدے   تیر وہ تیر جو ہو جائے ترازو دل میں

ف

محبت نے مائل کیا ہر کسی کو   کسی پر کسیکو کسی پر کسی کو
رکھا ہے خدا نے مسیحا بنا کر   فلک پر کسی کو زمیں پر کسی کو

وجہ آرام ہوئی جنبش گہوارۂ دل   کوئی پہلو میں تڑپتا ہے سلانے ہمکو
اسکے کوچہ میں عدو اسکے تصور میں رقیب   کوئی رستہ نظر آتا نہیں جانے ہمکو

شوق میں ذوق میں بیتابی و بیخوابی میں — منتخب کر لیا عالم میں خدا نے ہمکو
کیا قیامت میں بھی دنیا کے ہیں جھگڑے یا رب — عمر رفتہ جو پھر آئی ہے بلانے ہمکو

بیانِ ابروئے خمدار یار کیونکر ہو — زباں میں معجزۂ ذوالفقار کیونکر ہو

منہ سے نکلے گی تو کیا بنکر پری اڑ جائیگی — ہم بھی دیکھیں گے ہنسی بے اختیار آنے تو دو
کیوں اٹھا لیتے ہو پہلو سے کہ دل بیچین ہے — پھینکدو گے ہاتھ سے پہلے قرار آنے تو دو

جی میں ہے دل بنکے میں اس بت کی مٹھی میں رہوں — تیری قدرت سے بڑی پروردگار اتنا تو ہو
امتحاں کرتی ہیں اے دل آج انکی شوخیاں — تجھ سے نکلیں بجلیاں تو بیقرار اتنا تو ہو
ایخدا مجھکو بنا دے اب تصور غیر کا — انکے دل میں جا کے آؤں اختیار اتنا تو ہو

آ گیا اپنے تجسس پہ تبسم مجھکو — میں نے ڈھونڈا جو اسے دل نے کیا گم مجھکو
باعث وجد ہے انداز تکلم مجھکو — شورش کن سے ملا لطف ترنم مجھکو
خاک ہو کر بھی کیا میں نے خدا کو سجدہ — ہر نمازی نے لیا بہر تیمم مجھکو

اس تجاہل کے فدا پوچھتے ہو کون ہو تم — کیا سبق ہو کوئی جو بھول گئے تم مجھکو
یا الٰہی مرا دل ہے کہ تماشائے طلسم — کبھی قطرہ نظر آیا کبھی قلزم مجھکو

میکدہ میں مری ہستی نے کیا گم مجھکو — موج مے بن گئی دریا کا تلاطم مجھکو
خاک ہو کر مری ہستی جو مرے ہاتھ آجائے — فرض ہو لاکھ وضو پر بھی تیمم مجھکو
گلشن دہر میں رہتے ہی کٹی عمر مری — کسی غنچہ نے سکھایا نہ تبسم مجھکو
ذرہ ذرہ میں نظر آنے لگا مہر جہاں — قطرہ قطرہ میں دکھائی دیا قلزم مجھکو
لامکاں ہو حرم و دیر ہو یا محشر ہو — ڈھونڈھنے جاؤں خدا کو تو ملو تم مجھکو
مجھ میں اے مائل یکتا کوئی پنہاں تو نہیں — غور سے دیکھتے ہیں کس لئے مردم مجھکو

خلوت یار میں جاتے ہوئے گھبراتا ہوں — اپنے سایہ سے بھی ہوتا ہے توہم مجھکو
نشہ میں حال دو عالم کا نظر آنے لگا — لوح محفوظ ہوئی خشت سر خم مجھکو
حشر میں غیر بھی ہے ساتھ مرے وقت تلاش — پیچھے چھپ جاؤ خدا کے نہ ملو تم مجھکو

یار کا ہاتھ ذرا آئینہ گر دیکھیں تو — چہرہ آتا ہے ہتیلی میں نظر دیکھیں تو

ان کے چہرے پہ مرا تارِ نظر دیکھیں تو　　یہ نیا معجزۂ شق قمر دیکھیں تو
دل بھی ہے طور بھی ہے کعبہ بھی ہے دیر بھی ہے　　کس جگہ ہمکو وہ آتا ہے نظر دیکھیں تو

مرے سینے سے دل ہیں آؤ دل ہے بزم وحدت میں
ملا دو لامکاں سے کوچۂ چاک گریباں کو
غبار آیا ہے تیرے دل پہ اور میری ہوس یہ ہے
اسی مٹی کے اندر دفن کر دوں اپنے ارماں کو

جگہ دیتا ہوں میں یوں اپنے گھر میں اپنے مہماں کو
کوئی ارماں بھرے دل میں رکھے جس طرح ارماں کو
قیامت میں بھی وہ کس شان سے اٹھلا کے چلتے ہیں
قیامت پیچھے پیچھے ہے سنبھالے ان کے داماں کو
نہ چلنے پائے یا رب اچھی صورت کوئی دوزخ میں
مزا ہو گر ملے ایک ایک بت ایک اک مسلماں کو

خیالوں میں نگاہوں میں تمھیں ہو — پھر اس پہ یہ غضب پردہ نشیں ہو

خدا کی بات موسیٰ کو مبارک — ہمارے کان ہوں تیری ہی نہیں ہو

مجھے تم آنکھ کی پتلی بنا لو — مرا چہرہ ہو چشم سرمگیں ہو

نہ بخشا جائے کوئی روزِ محشر — جو واں بھی یہ فلک ہو یہ زمیں ہو

خدا کے سامنے بھی وہ نہ نکلیں — جو میری بدگمانی کا یقیں ہو

ہم اگر طور پہ جائیں تو نظر آئے کچھ اور — تحمل آتش بھی نہ ہو صورت انساں بھی نہ ہو

داورِ حشر سرِ حشر دکھا وہ قدرت — میں جہنم سے بچوں اور ترا احساں بھی نہ ہو

اک عمر جو پردے میں خدا بن کے رہا ہو — بے پردہ مرے سامنے آئے تو مزا ہو

یہ رسم، یہ عادت، یہ طریقہ ہے کہاں کا — میں تم سے وفا کرتا ہوں تم مجھ سے خفا ہو

وہ رنگ نہیں رنگ جو غازے سے چمک جائے — وہ حسن نہیں حسن جو زیور سے سوا ہو

جو تار چھڑے ہو حرکت تارِ نفس کی — جو ساز بجے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو

جس دل میں ٹٹولیں تو ملے میرا ہی مطلب — جس منہ سے نکل آئے وہ میری ہی دعا ہو

نہ پائے آپ کو جو خاک پائے رنگ بے رنگی
نہ کھوئے آپ کو جو. وہ نشان بے نشاں کیوں ہو

زبانیں اور دے دو چار یا رب مجھ کو محشر میں
چلے اکبی زباں تو ختم میری داستاں کیوں ہو

اُسے میں دیکھنے آیا مجھے کیوں دیکھتے ہیں سب
تماشا دیکھنے والا تماشائے جہاں کیوں ہو

اٹھو بتخانہ سے مائل چلو کعبے کو جائیں گے
بتوں نے تم سے اتنا بھی نہ پوچھا تم یہاں کیوں ہو

ھ

مرے جرم ساتوں جہنم سے افزوں — مرے جرم سے تیری رحمت زیادہ
قیامت کی میزاں میں تولا تو نکلی — گناہوں سے میری ندامت زیادہ
ادھر سات دوزخ، اُدھر آٹھ جنت — تیرا قہر کم، تیری رحمت زیادہ
سر حشر سجدہ کرونگا اسی کو — نظر آئے جو خوبصورت زیادہ

نکلا شب مہتاب جو وہ چاند ٹہلنے — لے اٹھ کے فلک سے کہیں ٹکر نہ زمیں پہ

کیا لطف نظارہ جو پلٹ آئیں نگاہیں
یا رب کسی چلمن میں الجھ جائیں کہیں یہ

اللہ میں چھپتی ہے مری صورت موہوم
ہستی میری پرہستی ہے جو پڑ جاتا ہے یقیں یہ

ہر صبح کو یہ جان کہ ہے صبح قیامت
ہر دم کو سمجھ ہے نفس بازپسیں یہ

ہے خاک کے پتلوں میں ترے حسن کی جھلکی
کیا جلوہ گہ خاص ہے اللہ زمیں یہ

ی

دل جگر دونوں تڑپتے ہوئے منظور نہیں
یہ برا ہے وہ برا ہے تو پھر اچھا کیا ہے

ہے ہمہ اوست فقط میں بھی غلط تو بھی غلط
گنتی ہوتی ہے کچھ اپنی بھی یہ دھوکا کیا ہے

وہ ہے آنکھوں کا اشارہ یہ لبوں کی جنبش
سحر کیا چیز ہے اعجاز مسیحا کیا ہے

وہ تماشہ بھی ہے خود وجہ تماشہ بھی ہے خود
پھر تماشائی بھی خود یہ تماشا کیا ہے

وہ مرا داغ جگر یہ مرے نالے کا شرر
برق کیا چیز ہے مائل ید بیضا کیا ہے

خدا کو خود میں چھپا لیا ہے یہ اوج کس خاکسار میں ہے
وہ خاک اڑائی ہے خاک ہو کر کہ لامکاں بھی غبار میں ہے

نہ چھیڑ مر جائینگے تڑپ کر کہ دم ہمارا بھرم ہمارا
شکیب میں ہے سکون میں ہے قیام میں ہے قرار میں ہے

یہ عاشقوں سے حجاب کیسا دکھا دو جلوہ اٹھا دو پردہ
کہ ذوق و شوق جناب موسیٰ نگاہ امیدوار میں ہے

رقیب کی آرزو بدل دے الٰہی اس بت کی خو بدل دے
مرا مقدر بھی تو بدل دے کہ سب ترے اختیار میں ہے

جو ساری دنیا کی خاک چھانے وہی یہ مائلؔ کی بات مانے
تمام عالم میں ہے جو لذت وہ ایک ناکردہ کار میں ہے

وہ لیکر کہتے ہیں ٹوٹا ہوا دل ۔۔۔ یہ ہے پھوٹی ہوئی قسمت کسی کی
جو دیکھوں آئینہ خود کو نہ دیکھوں ۔۔۔ پھرے یوں آنکھ میں صورت کسی کی
نہ کیوں اپنے کو مائلؔ آپ پوجوں ۔۔۔ مری صورت میں ہے صورت کسی کی

عقل کا غوغا اور ہی کچھ ہے نفس کی شورش اور ہی کچھ ہے
کام پڑا ہے دونوں سے اک رہبر ہے اک رہزن ہے

شمع لحد ہے برق تجلی سنگ لحد ہے کوہ طور
موسیٰ جس پر غش میں ہے مجھ سوختہ دل کا مدفن ہے
نالۂ بلبل نغمۂ مطرب گریۂ قلقل خندۂ مے
عیش فزا ہے آج مزا ہے وہ ہے میں ہوں گلشن ہے

چھوٹا منہ ہے مرا بڑی بات | کچھ اور کہونگا پیار کر کے
ہر چیز میں ہے اسی کا جلوہ | بت کو پوجا خدا سے ڈر کے
بے ساختہ لوگ جھومتے ہیں | مائل ترے شعر یاد کر کے

جانتا ہے جو تجھے کرتا نہیں تیرا بیاں | جو یگانہ ہے تری محفل میں بیگانہ ہے
چھیڑتا ہوں تذکرہ اپنا مگر ڈرتا ہوا | نیند آنے کی نہیں تم کو یہ وہ افسانہ ہے

کیوں نہ اتراؤں یہاں ہے وعدۂ دیدار کا | حشر میں اچھی کوئی صورت نظر آنے کو ہے
یا الٰہی میں نے کب مانگی تھی قسمت غیر کی | اس کے حصے کی بلا کیوں میرے سر آنے کو ہے

فرشتے اہل محشر کا اگر دل چیر کر دیکھیں — مرا نقش جبیں نکلے ترا نقش قدم نکلے
پڑے بہرے ہی کانوں میں جو آواز آے پردے سے — پڑے میری ہی آنکھوں پر اگر گھر سے قدم نکلے

خاک ہونے کا تصور جل کے مرنیکا خیال — یہ پریشانی مری جمعیت پروانہ ہے
تمکو حیرت کیوں ہوئی مائل نے جانبازی جو کی — جل کے مرنا خاک ہونا عادت پروانہ ہے

چار عنصر ایک ہو جاتے ہیں سوز عشق سے
آگ بن جاتے ہیں اجزا خاک و آب و باد کے
سایہ بڑھکر شوخیاں کرنے لگا وقت خرام
تجھ سے بھی آگے چلے فتنے ترے ہمزاد کے

عجیب کیفیت آنا ہے کہیں ہے بیجا کہیں بجا ہے
سما گیا ہے الگ الگ ہے ملا ہوا ہے جدا جدا ہے
جنازہ کے ساتھ ساتھ آؤ مزار پر میرے رو کے جاؤ
تمھیں کو قاتل کوئی نہ سمجھے کہ یہ زمانہ بہت برا ہے

فراق کا ذکر تم نہ چھیڑو وصال کا شوق ہم سے پوچھو
وہ کاہشیں تھیں یہ خواہشیں ہیں وہ حسرتیں تھیں یہ مدعا ہے

نہ دل رہے مرے سینے میں جاں رہے تن میں
یہ ہاتھ میں ہے وہ زلف پُرشکن میں رہے

سما گئیں عوض درد شوخیاں دل میں
ہم ایک شب جو تری چشم سحر فن میں رہے

غیر کا بھیس بدل کر جو وہاں جاؤں گا
منہ پہ مل لوں گا سیاہی شب فرقت تیری

ناتوانی کا بھلا ہو کہ بیاں کر نہ سکا
گر پڑی آ کے مرے لب پہ شکایت تیری

ہوئے وقت آخری مہرباں دم اولیں جو خفا ہوئے
وہ ابد میں آ کے گلے ملے جو ازل میں ہم سے جدا ہوئے

نہ تجلیاں ہیں نہ گرمیاں نہ شرارتیں ہیں نہ پھرتیاں
ہمہ تن تھے دن کو تو شوخیاں ہمہ تن وہ شب کو حیا ہوئے

مرے نالے ہیں کہ ازل۔ ابد۔ ترے عشوے ہیں کہ لب مسیح
وہاں کن کا غلغلہ وہ بنے یہاں قم کی یہ جو صدا ہوئے

مرے دل کے دیکھو تو ولولے کہ ہر ایک رنگ میں جا ملے
جو گھٹے تو ان کا دہن بنے جو بڑھے تو ارض و سما ہوے
کبھی سوزشیں کبھی آفتیں کبھی رنجشیں کبھی راحتیں
ملیں چار ہمکو یہ نعمتیں ترے عشق میں جو فنا ہوے

دل ہمارا چرائے جاتا ہے — وہ جو گردن جھکائے جاتا ہے
توڑا ہے جوشِ حسن بندِ نقاب — کوئی صورت چھپائے جاتا ہے
کہتے ہیں کان میں وہ موسیٰ کے — کوئی بجلی گرائے جاتا ہے

چمن میں دخترِ رز آئی ہے سر جھکا ہوئے — پری کو لایا ہے ساقی دلہن بنا ہوئے
کسی جگہ مرے قاتل کا بانکپن نہ گیا — وہ روزِ حشر بھی ہے آستیں چڑہائے ہوئے
پیا جو بادہ گلگوں فلک پہ میں پہونچا — مجھے یہ لال پری لیچلی اڑائے ہوئے
جواب خط نہ کہیں غیر کو سنایا ہو — کہ حرف سب ترے مطلب کے ہیں مٹائے ہوئے

دیکھو پردہ منہ سے اٹھا کر موسیٰ کی کیا حالت ہے

عالم عالم شوق نظارہ تو وہ تو وہ حسرت ہے

گل پہ بلبل مرتی ہے اور شمع پہ ہے پروانہ فدا

ہم تو اسی پر صدقے ہونگے اپنی اپنی طبیعت ہے

کس نے جلایا کس نے بجھایا پانی لانے دوڑا کون

راکھ میں اب دل ڈھونڈ رہے ہیں ساری انکی شرارت ہے

ہم ہی جلیں گے ہم ہی بھنیں گے آنے دیں گے طور پہ آنچ

موسیٰ کی کل ہو چکی باری آج ہماری نوبت ہے

کر نئی خلقت مری یارب بنا کر دل مجھے — چار دیوار عناصر میں کر داخل مجھے

شمع ساں جلتا ہوں چھپکر عکس ہم بار ہیں — صورت ناقوس ہے دیر پرتو محفل مجھے

میں نہیں جیتا نہ ہوتا گر مرے پہلو میں دل — میں نہیں مرتا جو تو ملتا بجائے دل مجھے

ہر آنکھ میں بند اشک تر ہے — پوشیدہ حباب میں گہر ہے

کیوں عمر دراز چاہتے ہو — موت آئے تو قصہ مختصر ہے

تربت میں ستائینگے فرشتے — منزل میں مسافروں کو ڈر ہے

آتے نہیں دل میں کیوں وہ مائل　　ہر تار نفس تو رہگزر ہے

یہ کس کی نگاہ کا اثر ہے　　دل دونوں جہاں سے بیخبر ہے

دل کے ارماں بڑے بڑے ہیں　　افسوس کہ عمر مختصر ہے

شیشہ یہ نہیں سمجھ کے توڑو　　میرا دل ہے خدا کا گھر ہے

جی میں ہے کہ بے حجاب ہو جائیں　　اڑ جائینگے ہوش یہ بھی ڈر ہے

دو پردے تھا اور رہ گئے بے پردگی کہاں　　یہ غش حجاب ہے وہ تجلی نقاب ہے

میں اور وصل کیلئے اقرار کیا کروں　　کہتے ہیں وہ سوال نرالا جواب ہے

وہ مجنوں ہوں نیا جادہ مرے صحرا میں سیدا ہے　　جناب خضر کی دستار کھل کر گر پڑی سر سے

نہیں ہے چشم جادوگر میں پتلی اوستاد کافر　　چھپا ہے سامری آنکھوں میں تیری تیرے ڈر سے

غش آئیگا نہ دیکھو میرے بتخانہ کو اے موسیٰ　　کہ برق طور یاں نکلکر شرر لپٹی ہے پتھر سے

ملیں ہم اس طرح باہم دوئی ہم سے جدا ٹھہرے

خدا میں محو ہو جائے تو بندہ بھی خدا ٹھہرے

طلسم معنیٔ آواز کن نظارہ بازی ہے
جو تو منہ دیکھنے والا ہو اہم آئینہ ٹھہرے

محیط شئے بھی ہم ہیں شئے بھی ہم ہیں غور سے دیکھو
ملیں نقطے تو خط ہو۔ خط جھکے تو دایرا ٹھہرے

✻

شکست دل کا دعوی ہے کہ ہو ں محشر کا ہنگامہ
الٰہی صور میں ٹوٹے ہوے دل کی صدا ٹھہرے

نشیب اپنی خموشی ہے۔ فراز اپنا تکلم ہے
گرے نقش قدم ٹھہرے۔ اٹھے بانگ درا ٹھہرے

بتو شاباش کیا کہنا۔ ترقی اس کو کہتے ہیں
نہیں ترشے تو پتھر تھے۔ جو ترشے تو خدا ٹھہرے

✻

نگاہیں میری چھو کر آئیں معشوقوں کے چہرے کو
کسی پر کچھ نشانی ہے کسی پر کچھ نشانی ہے

قیامت کی ہے عیاری کہ موسیٰ نے نہ پہچانا
وہ بے پردہ کھڑے ہیں اور لب پر لن‌ترانی ہے

شب وصل یوں ہی بسر ہو گئی
جھگڑتے جھگڑتے سحر ہو گئی

کہیں کیا خدا بھی ہمارا نہیں
کریں کیا خدائی ادھر ہو گئی

پھرا جستجو میں تری عمر بھر
مری عمر یوں ہی بسر ہو گئی

وہاں ہر نگہ بے اثر ہو گئی
بتوں کو خدا کی نظر ہو گئی

مجھی سے قیامت ہیں کتنے حساب
کہ دن چڑھ گیا دوپہر ہو گئی

کیا ہے قید مجھکو چار دیوار عناصر میں
شکست رنگ سے آواز آتی ہے سلاسل کی

گدائے حسن ہوں لاکھوں مزے دلمیں سمائے ہیں
ہزاروں طرح کی ہیں نعمتیں جھولی میں سائل کی

جسے میں دیکھ لیتا ہوں سما جاتا ہے وہ آنکھ میں
بڑی وسعت ہے یارب اس زرا سے آنکھ کے تل کی

نہ بیٹھو صحن میں گھونگٹ اٹھا کر
کہیں موسیٰ نہ جھانکیں طور پر سے

قیامت کی بڑی ہے شوم یاز
بدلدے میری فرقت کی سحر سے

مجبور پا لیا ہے جو ہر کام میں مجھے ہر بات میں قسم ہے مرے اختیار کی

دل میں امید۔ امید میں غم غم میں شوق خیال اک ات میں ہا ہوں لگا ہو نہیں یار کی

گرے موسیٰ یہ کہکر اچھی صورت ایسی ہوتی ہے
تمھارے دیکھنے والوں کی حالت ایسی ہوتی ہے

نکلتی ہے نہ آنکھوں سے نہ جاتی ہے خیالوں سے
کسی کمسن کی بھولی بھولی صورت ایسی ہوتی ہے

جلا کر خاک کر دی برق ایمن کو بھی اے موسیٰ
انہیں مٹی کے پتلوں میں شرارت ایسی ہوتی ہے

توڑ دینگے پھر خدا کا اسے گھر بنائینگے ہم دل کو لا مکاں کے برابر بنائینگے

ہنگامہ گر بپا نہو کیا لطف دید کا وہ اپنے جلوہ گاہ کو محشر بنائینگے

تو سب کی صورتوں میں ہے پھر سب سے پاک ہے ہم تیری شکل ذہن میں کیونکر بنائینگے

جان کر بھی وہ نہ جانیں مجھکو عارفانہ ہی تجاہل ٹھہرے

کھل گئی بے ہمگی با ہمگی — کل میں جب محو ہوئے کل ٹھہرے

خلوت دل جسے کہتے ہیں عجب محفل ہے — یاں ہے بیخود کوئی ششدر کوئی حیراں کوئی
جوڑ کر صور بنا لیں گے اسے اسرافیل — توڑ کر پھینک گئے جو میرا دل نالاں کوئی
اے خدا ہو دم بخشش دل و دیدہ میں تلاش — تا چھپائے نہ کسی بت کو مسلماں کوئی

کیا دعا دوں اور تمکو حشر میں — تم خدا بن جاؤ اس دن کے لئے
جان مائل کیوں ہو مائل سے خفا — کیا دیا تھا دل اسی دن کے لئے

بوٹا سا یہ ہے پر ہے قیامت کے برابر — قامت کی ترے نشو و نما اور ہی کچھ ہے
واں ذکر کہ ہوں رشک دہ جلوۂ ایمن — یاں فکر کہ وہ بت بخدا اور ہی کچھ ہے
عمر خضر اتنی نہ قیامت کا دن اتنا — کافر ترا گیسوئے رسا اور ہی کچھ ہے

بار عصیاں سے ترے محشر میں ٹوٹا پل صراط — یارا ترے کس طرح خلقت ہے گھبرائی ہوئی
میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں تو ہی تو ہی تو ہی تو — خود کو بھولا تجھ سے جب مجھکو شناسائی ہوئی

آج کس نے زندگی پہ موت کو ترجیح دی
صور کی آواز ہے محشر میں شیدائی ہوئی

اب میں کروں تلاش خدا تو سزا ملے
یہ بت کریں خدائی تو کیوں کر خدا ملے

تسلیم کا جواب نہ تعظیم کا خیال
جب آپ یوں ملیں تو بھلا کوئی کیا ملے

خضر و مسیح کو ہو مری زندگی پہ رشک
تیرا مریض ہوں مجھے ایسی دوا ملے

حسن دلبہ کی نظر تری صورت نظر پڑی
جس آنکھ میں گیا میں ترے نقش پا ملے

دونوں ہوں گم وصال میں ایسا مزا ملے
میرا پتا ملے نہ تمہارا پتا ملے

تکلیف جھوٹ۔ درد غلط بستر افترا
دوزخ بھی خلد ہو جو کوئی آشنا ملے

دل لیکے کھڑا ہے کوئی آنکھیں تو اٹھا
پھینکو تو سر عرش کمند اپنی نظر کی

ایمن میں اسی خوف سے موسیٰ کو غش آیا
لگجائے او سے چوٹ نہ جنبش سے نظر کی

دعوائے خدائی کرے گوسالہ کا منہ
مٹی سے بنا ہے وہ ترے راہگزر کی

تم دل سے نہ نکلو گے یہ ہے بھول بھلیاں
پیچیدہ بہت راہ ہے اللہ کے گھر کی

جان وہ جان ہے جو تیرے لئے جاتی ہے ، چیز وہ چیز ہے جو وقت پہ کام آتی ہے
وہ طبیعت ہے طبیعت کہ جو خلوت میں ہے شوخ ، آنکھ وہ آنکھ ہے مجمع میں جو شرماتی ہے
لوح دل پاؤں تو گنجینۂ مخفی ہاتھ آئے ، خود طلسمات ہوں دنیا بھی طلسماتی ہے
زندگی اور ہے کیا شے فقط آنا جانا ، غور کر سانس یہ آتی ہے کہ جاتی ہے

جو وسمہ میں کی دلربائی کرینگے ، یہ مٹی کے پتلے خدائی کرینگے
جو انجان بچھڑتے ہیں وہ جان لینگے ، یہ نا آشنا آشنائی کرینگے
پسند آئے بے پردگی جنکو مائل ، وہ کیا دعوی پارسائی کرینگے

ضعف کیا آیا زمانہ پھر گیا ، سر کا چکر گردش ایام ہے
خوگر تنہائی ہجراں ہوں میں ، اضطراب دل میرا آرام ہے
اس میں ہوتی ہیں بڑی بدنامیاں ، عاشقی کرنا کوئی چھوٹا کام ہے
یوں تو کوئی موت سے بچتا نہیں ، ہے وہ زندہ جس کا باقی نام ہے
خط تو قاصد میں نے پورا پڑھ لیا ، کیا زبانی بھی کوئی پیغام ہے

یہ کیا کہا۔ ہے آنکھ کے اندر چھپی کوئی　　تیرے سوا میری نظر میں نہیں کوئی
کیا شوخیٔ قدم نے مزا اس میں بھر دیا　　تیری گلی میں چوم رہا ہے زمیں کوئی
مجھ سا بھی تو نہیں ہے جہان خراب میں　　مانا کہ سارے شہر میں تجھ سا نہیں کوئی

مزا دل لگی کا وہی جانتا ہے　　جو ہر کام کو دل لگی جانتا ہے
نہیں جانتے گھورتے ہیں جو مجھکو　　جو انجان ہے بس وہی جانتا ہے

کونسی چیز جوانی نے ملا دی اس میں　　جیسی اب ہے تیری صورت کبھی ایسی تو نہ تھی
کسکی آنکھوں میں رہا تو یہ اثر کس کا ہے　　تیری آنکھوں میں مروت کبھی ایسی تو نہ تھی

تو ہی جو روز حشر بھی پیش نظر رہے　　خود کی خبر رہے نہ خدا کی خبر رہے
اس دل کا نام دل ہے جو تمکو پسند آئے　　وہ مال - مال جس پہ تمہاری نظر رہے

یہ بتا دو کہ مقدر کا لکھا کس کا ہے　　جو بھلا ہے سو تمہارا تو برا کس کا ہے
جام مے بن کے ہوا محفل ساقی میں بلند　　نہیں معلوم کہ یہ دست دعا کس کا ہے

حسن بے پردہ ہوا آپ ہی اپنا پردہ　　تیرے قربان یہ انداز حیا کس کا ہے

پڑا اٹھا نظر کے مقابل نظر ہوئی　　اتنی خبر ہے پھر نہ مجھے کچھ خبر ہوئی
ہاں ہاں کسی سے تم نہیں ملتے بجا درست　　مشہور سارے شہر میں جھوٹی خبر ہوئی

فرشتے روز و شب اتریں تو لطف کیا یارب　　کبھی تو حور اتر آئے آسمانوں سے
وہ آسمان ہوں جس سے زمین دبتی ہے　　زمین وہ ہے نہیں دبتی جو آسمانوں سے
فقیر شہر خموشاں میں بھیک کیا مانگے　　صدا کسی کی نکلتی نہیں مکانوں سے
نماز پڑھنے لگا شوق جبہ سائی میں　　خدا ملا تو بتوں ہی کے آستانوں سے
فرشتہ بھی جو بنوں میں تو اعتبار نہ ہو　　بچوں خدا ہی بچائے تو بدگمانوں سے

منہ آئینہ میں دیکھ کے مضطر ہوا کرے　　اپنی ہی چوٹ آپ وہ کھائے خدا کرے
بت بھی مرا جمیل خدا بھی مرا جمیل　　دونوں میں نوک جھوک برابر ہوا کرے
یوسف کا ذکر کیوں یہ زلیخا کا ذکر کیوں　　تو خواب میں کسی کے نہ جائے خدا کرے

کسی محفل میں بے اثر نہ ہوئی | کیا نظر کو تری نظر نہ ہوئی

یوں دیا ہم نے دل اٹھا کر ہاتھ | دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہوئی

شب فرقت کا طول کیا پایا | کہ قیامت میں بھی سحر نہ ہوئی

مسجد ہے بتکدہ ہے دل ہے رگ گلو ہے | کس گھر میں تجھکو ڈھونڈھوں ہر گھر میں تو ہی تو ہے

مستی کی خواہشیں ہیں مستوں کی کوششیں ہیں | مستانہ لغزشیں ہیں ہو ہٹو نہ ہائے ہو ہے

اے بیمثال تجھکو کس سے مثال دوں میں | صورت بھی ہے تیری سب صورتوں میں تو ہے

ناقوس کی فغاں میں آواز اذاں میں | تیرا ہی تذکرہ ہے تیری ہی گفتگو ہے

ہے وصل کل میں کل کا دریا میں موج پیدا | موجوں میں قطرہ قطرہ قطرہ میں آبرو ہے

ظاہر میں فصل پیدا باطن میں وصل پیدا | دل تجھ میں ۔ تو ہے مجھ میں یعنی تجھی میں تو ہے

وہ آنکھ استاد نکلی ساحری کی | جو متوالی ہے کالی ہے بڑی ہے

ازل سے ہے مرا دل پارہ پارہ | جدا اس پھول کی ہر پنکھڑی ہے

یہ کیا سب دین و دنیا کی خرابی | الٰہی میرے حصے میں پڑی ہے

جھوٹا وعدہ ہنسی لبوں پر — پھر اس پہ قسم ہمارے سر کی
بولے پوچھا جو حال دل کا — کیا ہمکو خبر خدا کے گھر کی

مزے کی بات ہے اقرار و انکار — تری ہاں لڑ گئی تیری نہیں سے
ادا انسان کی مکھڑا پری کا — ملا ہے کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے
مرا دل اپنی آنکھوں سے لگا لو — خدا کو دیکھ لو اس دوربیں سے

عیادت میں ستم کے ڈھنگ دیکھو — مزاج دشمناں پوچھا ہمیں سے
بدلکر کھیس دیکھے ہم پس مرگ — کہ مینہ برسا بجا اٹھکر زمیں سے
بنا ہے حور عین میری لحد میں — نکل کر داغ سجدہ کا جبیں سے

چھیڑنا کیوں ہے مجھے پوچھکے دشمن کا مزاج — مارنا کیوں ہے مجھے غیر پہ مرنیوالے
طالب وصل سے کہتے ہو گنہ ہے یہ کام — ایک تم ہی تو ہو اللہ سے ڈرنیوالے
سن کے وہ تذکرہ خضر و مسیحا بولے — ان کا کیا ذکر وہ ہم پر نہیں مرنیوالے

نوازل کے دن جو ملا مجھے ہوں ہاتیں یہ کہ نہ بھولئے
ترے وعدے ہائے وہ کیا ہوئے نہ پیام ہے نہ سلام ہے
مے ناب عشق پلا مجھے وہ جو بکتی ہے نہ دلا مجھے
یہ ہے سودمند وہ ہے مضر یہ حلال ہے وہ حرام ہے
وہ تپش سے اکی ہیں آفتیں کہ یہ دل ہا ہو نہیں کروٹیں
نہ سکوں ادہر نہ شکیب ادہر نہ قرار ہے نہ قیام ہے

کر طواف اسکا اسی گرد پھر
کعبۂ دل قبلۂ حاجات ہے
صبح محشر سے نہیں کم صبح وصل
شرم دونوں کی خدا ہات ہے
موہنہ سے نکلی تو پرائی ہوگئی
میری دشمن میرے منہ کی بات ہے

اجاڑے خزاں نے۔ گرا ہوا نے
چمن کیسے کیسے مکاں کیسے کیسے
سر بزم کس کس طرح انکو دیکھا
نظر سے لئے امتحاں کیسے کیسے
کھلا ان پہ جب خاکسار و نکا رتبہ
زمیں تک جھکے آسماں کیسے کیسے
نکلتا جہنم سے لیکر بتوں کو
خیال آ گئے درمیاں کیسے کیسے

تم تو پہلو میں نہیں دل رہے کیوں پہلو میں — یہ اگر قبلۂ حاجات ہے یہ بھی نہ سہی
پاس آنا بھی گیا پاس بلانا بھی گیا — دور سے لطف اشارات ہے یہ بھی نہ سہی
نہیں سنتے نہ سنیں آپ مرے کام کی بات — آپکے کام کی اک بات ہے یہ بھی نہ سہی

بتوں کی دلبری وہ رنگ لائی — خدا کے پاس بھی اب دل نہیں ہے
چھپے گی کس طرح مجنوں سے لیلیٰ — تصور پردۂ محمل نہیں ہے
حسینوں ہی کے ہاتھوں میں رہیگا — ہمارا دل ہمارا دل نہیں ہے

دل کے کچھ ٹکڑے نگاہ فتنہ گر لیتی گئی — پھول یہ مالن چمن سے توڑ کر لیتی گئی
رشک کیا کیا میرے دلکو میری آنکھوں پر ملا — جب نگاہ شوق تا سراغ دل لیتی گئی

آہیں مری ہیں طبع مکدر کا سائباں — بادل نئے اٹھے جو بخارات خاک سے
اعضا میں ہے جو حسن وہ زیور میں ہے کہاں — چہرے میں چار چاند لگے آنکھ ناک سے

رہے نہ آج دلوں میں کچھ آرزو باقی — ہو وہ بھی ختم جو ہے کل کی گفتگو باقی

نکل گئی مری آنکھوں کی جو تمنا تھی — نکال اسے بھی کہ ہے لگی آرزو باقی
ازل میں مل کے رہا یاں بچھڑ گیا آکر — رہیگی تا بابد تیری جستجو باقی
تمھارے مست کہیں بیٹھتے بھی ہیں نچلے — وہی ہے نشہ وہی شب کی ہاے و ہو باقی

گئی بہار جوانی کے داغ عشق مٹے — چمن میں پھول نہ پھولوں میں رنگ و بو باقی
ابھی تلاش ہے کس شے کی میرا دل لیکر — تری نظر میں ہے انداز جستجو باقی
جو شوق دید خدا ہو بتوں کا منہ دیکھو — ہے نہ زیست میں تا یہ بھی آرزو باقی

آنکھیں ہوئیں جو بند جہاں تھے وہیں تھے ہم — دنیا میں عمر بھر جو چلے بھی تو کیا چلے
گھس کر ہمارے دل میں کسی کو اڑا کے لاؤں — بنکر فرشتہ جاؤں اگر بس مرا چلے
دونوں کے دونوں حشر میں گم ہوں تو ہو بہتر — تیرا پتہ چلے نہ ہمارا پتا چلے
نکلے ہمارے آئینہ دل سے مثل عکس — گھر میں خدا کے آئے تو بے نقش پا چلے
جس کا یہ ہو عقیدہ کہ ہے ہر طرف وہی — وہ طور پر بھی چار طرف دیکھتا چلے
سارے جہاں میں ہوم ہے رفتار خضر کی — چوموں قدم جو اسکی گلی میں ذرا چلے
باہر گئے تو بنکے خضر ہمکو ڈھونڈ آئے — گھر میں ہے تو صورت قبلہ نما چلے

وہ جس لباس میں ہو اُسے جان جائینگے — ہم اپنے دل کے چور کو پہچان جائینگے

اظہار مدعا میں سلیقہ بھی شرط ہے — جو ماننے کی بات ہے وہ مان جائینگے

دلچسپ ہو نہ بات تو وہ بات ہی نہیں — دشمن کی گفتگو کو وہ کیا مان جائینگے

ذرہ ذرہ، ریزہ ریزہ بھید سے خالی نہیں — میں بھی حیرت گاہ ہوں دنیا بھی حیرت گاہ ہے

سنگ رہ ہو یا ستارہ ہو کوئی یا خضر ہو — غیر کو جو راہبر سمجھے وہی گمراہ ہے

دیر جائے کعبہ جائے یا کرے دنیا کی سیر — جو طریق عشق کو چھوڑے وہی گمراہ ہے

دل میں شرمندہ ہے کچھ عکس تمہارا ہم سے — آئینہ خانہ میں تم ساتھ رہے کس کس کے

ساری دنیا میں جو پوچھو تو ہوں لاکھ قاتل — فکر بھی فکر ارادے بھی ارادے کس کے

کہتے ہیں دیکھ کے وہ ذوق مرا شوق مرا — ساری دنیا سے نرالے ہیں تماشے اس کے

جھانک کر یوں کہا کرے کوئی — مجھکو دیکھے خدا کرے کوئی

پوچھتے کیا ہو پھر تم آئے کیوں — دل نہ ٹھہرے تو کیا کرے کوئی

کہیں بت ہو کہیں خدا ہو تم — تم سے کیونکر ملا کرے کوئی

جو خدا کا حجاب بن جائے — ایسی ہستی کو کیا کرے کوئی

یہ سب کو پھونک دے گی مکاں ہو کہ لامکاں — بجلی چمک رہی ہے ہمارے خیال کی

لیلیٰ کی شوخ آنکھ پڑی لیپہ قیس کے — جنگل میں شیر سے ہے لڑائی غزال کی

مرکز تو دل مرا ہے خدا ہے محیط کُل — پرکار بن کے پھرتی ہے وسعت خیال کی

دوزخ کو دیکھتے ہی تر مست خوش ہوئے — سمجھے یہاں بھی گرم ہے بھٹی کلال کی

آئے وہ اس طرح سے حسینوں کی بزم میں — جیسے جوان دل میں تمنا وصال کی

رازِ دلِ عاشق گرہ بندِ قبا ہے — خلوت میں اگر بھید یہ کھل جائے مزا ہے

تم بات کرو منہ سے ابھی پھول جھڑینگے — کہتی ہے خموشی کہ تکلم میں مزا ہے

یا رو نہیں ہونگی کبھی آنکھیں مری نیچی — اک رات وہ میری بھی نگاہوں میں رہا ہے

کمسن ہیں سمجھتے نہیں آنکھوں کا اشارہ — گھبرا کے وہ کہتے ہیں خدا جانے یہ کیا ہے

میرا وہ اشارہ کہ مرے قلب میں ہے کون — اس کا وہ کنایہ کہ مرے ہاتھ میں کیا ہے

منہ اپنا آپ دیکھ کے سجدہ کیا کرے — اپنی نظر میں تو ہی خدا ہو خدا کرے

مجھ سے یہ کیوں کہا کہ بڑے بیوفا ہو تم	تم سے وفا کرے تو یہی بیوفا کرے
جاتا ہے ان کے گھر تو بڑی آرزو سے تو	مائل تری مراد بر آئے خدا کرے

کون ہے تیرے سوا اے میرے خالق دیں	آئینہ دیکھ لے آئینہ بنانے والے
کیسے ناکام رہے عشق میں قیس و فرہاد	بھولے بھالے تھے غریب اگلے زمانے والے
ہائے کعبے میں بھی دیدار کو آنکھیں ترسیں	گھر دکھاتا ہی تھا منہ نہ دکھانے والے
آتش عشق نے آخر کو انہیں بھی پھونکا	آگ میں کود پڑے آگ لگانے والے

لگے چھلکنے جو ساغر تو میں چہکنے لگوں	مزے مزے کی وہ باتیں سنیں بلا کے مجھے
بڑا مزا ہو جو محشر میں وہ حسیں یہ کہے	تو پل صراط پہ چل گود میں اٹھا کے مجھے
عمیق بحر شکستہ جہاز تند ہوا	خدا رکھے نہ بھروسے پہ نا خدا کے مجھے
قدم قدم پہ تری راہ میں طواف کیا	پھرا کے لائی نظر گرد نقش پا کے مجھے

پھرا کرتا ہے نظروں میں جو نظروں سے ہے پوشیدہ
وہی آنکھوں سے خارج ہے وہی آنکھوں میں داخل ہے

زیادہ دینے والے کا ہے رتبہ لینے والے سے
سخی کا ہاتھ اونچا اور نیچا دست سائل ہے
مرے جو تجھ پہ جیتے جی ٹھکانہ پھر کہاں اس کا
نہ وہ مردوں میں داخل ہے نہ وہ زندوں میں داخل ہے
دو عالم جس کی موجیں ہیں عجب دریا ہے وہ دریا
نہ اس پہلو میں ساحل ہے نہ اس پہلو میں ساحل ہے
جدا ہو کر بھی لیلیٰ دیدۂ مجنوں کی پتلی ہے
اسی کی آنکھ کا پردہ ہے وہ جو گرد محمل ہے
مہذب، خوش سلیقہ، با ادب ہیں سب عدم والے
نہ ہنگامہ ہے محفل میں نہ باہر شور محفل ہے
نہ دنیا اس کی حد میں ہے نہ عقبیٰ اسکی سرحد میں
دو عالم سے جدا ہے تیسرا عالم مرا دل ہے

وہ جو بے پردہ سر محشر چلے | ہوش اڑے دل گر پڑا ہم مر چلے
شرم پھر کیوں دیدۂ دل گیر سے | تم یہاں اکثر پھر اکثر چلے

لایا ہے کیوں رقیب کو آفت میں ڈال کے　　دل اس کا پھیر دے کوئی حیلہ نکال کے

ہوتی ہے کیا شریفوں میں ایسی ہی گفتگو　　تم مجھ سے بات چیت کرو منہ سنبھال کے

ہوں محو ذات اسم و صفت سے ہے کیا غرض　　بیٹھا ہوں میں خدا کو بھی ایسے اچھال کے

مضطر وہ ہوں جو مر کے بھی ٹھہروں نہ مزار میں　　رکھ دوں فلک کے سر پہ زمیں کو اچھال کے

کیوں شوق سے گروں نہ جہنم کی آگ میں　　تیرے جلال میں بھی ہیں جلوے جمال کے

بار گنہ سے حشر میں جلدی نہ چل سکے　　بخشش خدا ہم آئے مگر وقت ٹال کے

سر بھی جھکا ہوا ہے نظر بھی جھکی ہوئی　　میں کس طرح دکھاؤں کلیجا نکال کے

مجھ کو مارو گے ادا سے کہ نظر سے پہلے　　تیر آئیگا مرے دل پہ کدھر سے پہلے

دل ہوا محو فغاں پچھلے پہر سے پہلے　　اس مؤذن نے اذاں دی ہے سحر سے پہلے

تیرے ہی حسن کی گرمی ہے بتوں میں یا رب　　آگ پھیلی یہ بھڑک کر ترے گھر سے پہلے

کیا تعجب ہے جو وحدت سے یہ کثرت نکلی　　تخم میں بھی تو شجر ہی تھا شجر سے پہلے

خاک میں مل کہ خدا تجھ کو سرافراز کرے　　تخم کو دیکھ وہ کیا تھا شجر سے پہلے

نام وحدت کا بھی کثرت ہی سہی — تیری صورت مری صورت ہی سہی
جرم کرنا تو ہماری خو ہے — عفو کرنا تری عادت ہی سہی
وہ نہ آئے تو وضو کر لوں میں — شب فرقت میں عبادت ہی سہی
عشق کی آگ میں ہم جلتے ہیں — یہ بھی اعمال کی شامت ہی سہی
عہد و پیماں پہ شک آیا کہ نہیں — مسکرانا تری عادت ہی سہی
کیوں ہو خاموش کرو کچھ باتیں — میرے دشمن کی حکایت ہی سہی

وعدہ کر لو کہ تسلی ہو جائے — وعدۂ روز قیامت ہی سہی
کچھ تو بخشش کو بہانہ مل جائے — حشر کے روز ندامت ہی سہی
خود کو جانا بھی تو بے خود ہو کر — میری آگاہی میں غفلت ہی سہی
کون کرتا ہے پرستش میری — دل کے اندر تری صورت ہی سہی
تم سے بت خانہ تو چھوٹا مائل — آؤ کعبہ کی زیارت ہی سہی

پردے میں اس کی شکل چھپائی ہوئی سی ہے — آدم میں روح بن کے سمائی ہوئی سی ہے
ہوتا نہ عشق منہ نہ دکھاتے جو ہم کو آپ — خود کب لگی یہ آگ لگائی ہوئی سی ہے

ان کی زباں پہ غیر کی تعریف ہائے ہائے — کیوں کر کہوں یہ بات بنائی ہوئی سی ہے

مائل کسی کے وعدہ پہ اللہ رے خوشی — گویا مراد میری بر آئی ہوئی سی ہے

منہ کی چمک نقاب پہ چھائی ہوئی سی ہے — پردے سے شکل وہ نکل آئی ہوئی سی ہے

یاں حسن کارساز ہے واں عشق کارساز — دونوں گھروں میں آگ لگائی ہوئی سی ہے

ہوں بعد مرگ شرم گنہ سے عرق عرق — بے غسل میری لاش نہائی ہوئی سی ہے

یارب بتا کہ پوچھنے والا مرا ہے کون — مجھ میں جو شکل تیری بنائی ہوئی سی ہے

کیا صبر ہو کیا چین ہو جب وہ نظر آئے — دل تھام لیا جان چلی اشک بھر آئے

اب اور کہاں دید کی امید بر آئے — محشر میں بھی وہ آئے تو منہ ڈھانپ کر آئے

آنکھیں تو مری بند تھیں ہنگام تصور — اللہ وہ کس راہ سے دل میں اتر آئے

فکروں کے سمندر کا کنارا نہیں ملتا — ڈوبے کبھی پانی میں کبھی ہم ابھر آئے

اظہار حقیقت پہ شناسائی ہے موقوف — پہچانے یہاں کون خدا بھی اگر آئے

مٹ جائے برائی جو گزر جاؤ خودی سے — ہر عیب ہنر ہو مجھے ایسا نظر آئے

دیکھو تو یہ میخانہ ہے مسجد نہیں مائل — کیا بھول گئے راستہ دیکھو کدھر آئے

وہ دل لے کے پھر بدگماں ہو رہا ہے — یہ کس طور کا امتحاں ہو رہا ہے
ترے نقش پا سے اٹھے ایسے فتنے — زمیں کا طبق آسماں ہو رہا ہے
ٹھہرتا نہیں درد دونوں کے دل میں — یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے

* * *

اسی کی بدولت خدا مل گیا — مری بے خودی میرا ایماں ہے

* * *

رباعیات

یہ مجھ سے نہ پوچھ تو نے کیا کیا دیکھا — یارب جو کچھ نظر نے دیکھا دیکھا
خود ہی کو ٹٹولنے کی نوبت آئی — اچھا میں نے ترا تماشا دیکھا

* * *

میں حشر میں بے یار و مددگار آیا — خود سر پہ گناہوں کا لئے بار آیا
دیکھا جو مجھے دور سے اک ہجوم میں — رحمت یہ پکاری وہ گنہگار آیا

* * *

اشک آئے غم شہ سے جو چشم تر میں — دل جلنے لگا تڑپ تڑپ کر میں

مائل یہ ماجرا نہ دیکھا نہ سنا — پانی سے لگی آگ خدا کے گھر میں

کہتے ہیں کہ پُر رونق جمالی ہوں میں — شہرہ ہے کہ جلوۂ جلالی ہوں میں
جو نام پسند آئے پکارو مجھ کو — کچھ بھی نہیں تصویر خیالی ہوں میں

پیری میں شباب کی نشانی نہ ملی — افسوس متاعِ زندگانی نہ ملی
جو کچھ کھویا تھا ڈھونڈ کر پایا — ہر چیز ملی مگر جوانی نہ ملی

ہے عرش بھی یک فرشِ قدم کا تیرے — تقدیر نوشتہ ہے قلم کا تیرے
رحمت کے بقیہ سے بنا ہے دوزخ — اللہ رے شعبدہ کرم کا تیرے

سلام

دکھائیں خواب میں صورت بوتراب مجھے — اندھیری رات میں ملجائے آفتاب مجھے
فلک کے منہ پہ ہیں انجم تو میرے منہ پر اشک — ملے ستارے اسے گوہرِ خوش آب مجھے

یہ نوحہ گر غم شبیر میں وہ چاک جگر
عزیز کیوں نہ ہو بلبل مجھے گلاب مجھے

ملا فلک کو جو سورج تو پنجتن مجھ کو
مرے خدا نے دیے پانچ آفتاب مجھے

غش آئے بھی تو سنبھل جاؤں کہہ کے یا علی
دکھائے طور کی بجلی جو آب و تاب مجھے

قدم صراط پہ رکھتے ہی گم ہوا مائل
اٹھا کے لے گیا دست ابو تراب مجھے

عروج نظم دکھا دو بلند بینوں کو
ہم آسمان بناتے ہیں ان زمینوں کو

غم حسین میں عالم کے جل رہے ہیں دل
بلا کی آگ لگی ہے ان آبگینوں کو

وہ ہاتھ ہاتھ جو آنکھوں پہ آستیں رکھے
وہ آنکھ آنکھ کرے تر جو آستینوں کو

سلام و مرثیہ سننے کو آ رہے ہیں ملک
اتارتا ہوں زمیں پر فلک نشینوں کو

کسی کی حد سے زیادہ نہ کیجیے تعریف
بڑھا نہ دیجیے ہاتھوں سے آستینوں کو

کسی کا طور پہ غوغا کسی کی عرش پہ دھوم
کہاں کہاں وہ بلاتا ہے پاک بینوں کو

جو دے ملوک کا بھلا جو نہ رہے اُس کا بھلا
ترے فقیر بھی اک صدا سنا کے چلے

بچے غرور سے جن کے ہنر کو اوج ہوا
وہ ماہ نو کی طرح اپنا سر جھکا کے چلے

ہوا پسند نہ آئی جو باغ عالم کی
گلوں کی طرح سے صغیر بھی مسکرا کے چلے

فلک کی سیر دکھائی ہے خاکساری نے — غبار بن کے اڑے دوش پر ہوا کے چلے
وہ بن کے آئے قیامت میں خون بہا حسینؑ — جو کوہ طور پہ موسیٰ کے ہوش اڑا کے چلے
بن آئی جان پہ مائل ہماری آہوں سے — بجھا چراغ یہ جھونکے اگر ہوا کے چلے

*

علی تیغ آتش فشاں کھینچتے ہیں — سپر مہ پہ ہفت آسماں کھینچتے ہیں
ہوا دود دل آسمانوں سے اونچا — سر عرش یہ سائباں کھینچتے ہیں
وہی جو ابھی ہم پہ ڈالیں گے مٹی — جنازے پہ کیوں سائباں کھینچتے ہیں
ادھر جائے گا تن ادھر جائیگی روح — مجھے تو زمین آسماں کھینچتے ہیں
بٹھا دو وہیں ساقی حوض کوثر — شراب محبت جہاں کھینچتے ہیں
خدا سے جدا کر دیا ہے خودی نے — یہ دیوار ہم درمیاں کھینچتے ہیں

*

مرثیہ

(نوٹ۔ یہ مرثیہ اصل میں پچاس بند کا ہے یہاں صرف چند نقل کئے گئے ہیں)

ہمشکل مصطفیٰ ہیں علی اکبر جواں — مادر کا دل پھوپی کا کلیجہ پدر کی جان
قربان حسن ثانی پیغمبر زماں — دونوں میں ایک فرق رسالت کا درمیان

سب تاڑ جائینگے کہ یہ کس کا ظہور ہے
قد نخل طور سر ثمر نخل طور ہے

خیمہ سے اسطرح نکل آیا وہ خوش صفات | جسطرح نکلے منہ سے کسی کے خوشی کی بات
لو قدر کی الگ رمضاں سے ہوئی ہے رات | شعبان کے مہینے سے نکلی شب برات
ماہی کے منہ سے یونس ذیشاں نکل گئے
غل تھا کہ چاہ سے مہ کنعاں نکل گئے

برج حمل سے مہر درخشاں نکل گیا | منزل کو چھوڑ کر مہ تاباں نکل گیا
گھر سے خلیل پاک کے مہماں نکل گیا | مسجد سے ایک مرد مسلماں نکل گیا
پتلی کھنچ آئی چشم شہ مشرقین کی
غل تھا کہ جاں نکل گئی جسم حسین کی

پیش امام آکے یہ بولا وہ ذی شعور | ماں سے پھوپی سے مل گئی رخصت مجھے حضور
فرمایا شاہ نے کہ اجل بھی نہیں ہے دور | کی التماس موت میں پھر دیر کیا ضرور
جی میں یہ ہے کہ نیزہ کلیجے کے پار ہو
دل تھام کر یہ کہدیا اچھا سوار ہو

ہمصورت رسولؐ چلا ہو کے جب سوار | بھاگڑ پڑی سواروں میں پیدل ہوے فرار

میدان حشر بن گیا میدان کارزار — سمجھے یہ سب کہ آتا ہے اب قہر کردگار

بولے سوار گر کے یہ زوج بتول ہے

پیدل پکار اٹھے یہ خدا کا رسول ہے

باہر نکل کے شمر نے پوچھا یہ غل ہے کیا — پیدا ہوئی ہے چھاونی میں کیا کہیں وبا

بولی سپاہ شام ذرا تو ٹھہر تو جب — آتی ہے کوئی دم میں ترے سر پہ بھی قضا

افسر جو بن گیا ہے ڈراتا ہے فوج کو

پستی میں پھینک دے گا یہ سب تیری اوج کو

سمجھا جبھی کہ مقدر الٹ گیا — پھولا پھلا درخت حیات آج کٹ گیا

دو گام دیکھنے کو بڑھا بڑھ کے ہٹ گیا — کہنے لگا لرز کے جگر میرا پھٹ گیا

بھوکا ہے تین دن کا یہ جینے سے سیر ہے

شیر خدا کے شیر کا بچہ ہے شیر ہے

ہاں نیزہ بازو آگے بڑھو نیزوں کو ہلاؤ — باندھو صفیں بڑھا دو رسالے پرے جماؤ

تیغیں نکالو ڈھالیں سنبھالو علم اٹھاؤ — انعام خوب دونگا اسے مار کر تو لاؤ

ہے اس کے ساتھ موت شہ مشرقین کی

یہ ماہ رو تو جان ہے جسم حسین کی

اللہ رے ہیبت پسر ابن بوتراب — تھرا رہا ہے عرش لرزتا ہے آفتاب
ہے زلزلہ نمود زمیں کو ہے اضطراب — قطبین کانپتے ہیں غضب کا ہے انقلاب
مریخ کٹ کے گرتا ہے گردوں کے کاخ سے
جبریل ڈر کے لپٹے ہیں سدرہ کی شاخ سے

رہوار کو دبا کے جو لی ہاتھ میں عنان — پھر کیا تھا اڑ چلا فرس اکبر جواں
اللہ رے اوج ثانی پیغمبر زماں — غل تھا کہ کوہ طور پہ موسیٰ ہوئے عیاں
قبضہ حسام کا ید بیضا ہے ہاتھ میں
تلوار کیا ہے برق تجلی ہے ہاتھ میں

پارہ تڑپ کے اڑ گیا باد صبا چلی — کافر یہ سمجھے جانب لشکر قضا چلی
شاعر لگے پکارنے فکر رسا چلی — گھوڑا ہوا ہوا جو ذرا بھی ہوا چلی
مانند صاعقہ وہ ہوا میں روانہ تھا
موج ہوا کا سایہ اسے تازیانہ تھا

غنچے چٹک کے کہتے تھے باد صبا چلی — پریاں پھڑک کے کہتی تھیں تیغ ادا چلی
حوروں نے دی صدا کہ فتنہ زا چلی — چلا اٹھے خضر مری عمر رسا چلی
مثل دعا فلک کی طرف وہ روانہ تھا

اس کے لئے دعا کا الف تازیانہ تھا

تا چرخ جا کے وہ فرس آیا جو وقتِ جست — سمجھے شفقی اسی کا ہر اک جا ہے بندوبست
سجدے کو جھک گئے غفلت سے تھے جو مست — بھولے خدا کو جیسے کوئی سامری پرست

گمراہی کا کام کرنے لگی مکر و سحر کا
گھوڑا سبھوں کی آنکھوں میں گوسالہ بن گیا

راکب سے کہہ رہا تھا کدھر جاؤں کیا کروں — جی میں ہے غرب و شرق کے باہر پھرا کروں
سب سر زمیں تو ہو چکی سیر سما کروں — واں بھی جو تنگ آؤں تو محشر بپا کروں

وسعت ہے تنگ ایسے چھلاوے کے واسطے
دونوں جہاں بس نہیں ہیں کاوے کے واسطے

وہ تیز رو کہ پائے ہے آباد کیا مجال — کھولوں اگر سرنگ کی شاخیں تو دے نکال
اس کی تو گرد تک بھی پہنچتا نہیں خیال — ہے نیم جست حد جنوبی سے تا شمال

غصہ سے مرکب آگ ہے راکب میں نور ہے
گھوڑا وہ برق ہے جو شمع طور ہے

کیا ہو بیان جو ہے سر شمشیر آبدار — ہمروئے ذوالفقار ہے ہم خوئے ذوالفقار
جبریل سے کہو کہ نہ روکیں پروں پہ وار — یہ خوف ہے کہ پر نہ کٹیں اور تین چار

ایما بھی حسام کا وقت ستیز ہے
منہ پر چڑھے نہ آؤ زباں میری تیز ہے

ہوں ایک میں ہزار پہ سو سو لبوں میں ہوں　　رونق ہے ہر جگہ مری سب محفلوں میں ہوں
پہلو میں دل ہوں اور محبت دلوں میں ہوں　　لیلیٰ ہوں ایک اور کئی محملوں میں ہوں
طرہ اگر ہوں سر پہ تو گردن میں ہار ہوں
دشمن بھی جس پہ مرتے ہیں وہ گلعذار ہوں

پیاسی ہوں اور آب کا قطرہ گلو میں ہوں　　ہونٹوں پہ بات لطف بیاں گفتگو میں ہوں
میں وہ بہار ہوں کہ ہر اک رنگ و بو میں ہوں　　رگہائے تن میں خون ہوں سرخی لہو میں ہوں
شریاں میں دوڑتی ہوں کلیجوں کے پار ہوں
سب اک زباں ہیں میں غضب ذوالفقار ہوں

مانند خضر رہبر راہ عدم ہوں میں　　جوہر سے سبز پوش ہوں کیا اس سے کم ہوں میں
گہ شوخی نگاہ غزال حرم ہوں میں　　پنجہ ہوں شیر کا کبھی اژدر کا دم ہوں میں
اک جست اگر کروں تو پکڑ لاؤں برق کو
منہ کھول دوں تو نگلوں ابھی شرق و غرب کو

اترا جو شیر حسن کی شمشیر کا غلاف　　سر کھینچ کر دبک گئے دیوان کوہ قاف

کیا چار جوہر اس کو ملے تھے دم مصاف — منہ لال رنگ سبز نظر تیز ہاتھ صاف

آگ آب اور باد پہ قبضہ اسی کا تھا

تو چار عنصروں پہ بھی قبضہ اسی کا تھا

برپا تھا حشر غلغلۂ دار و گیر تھا — تیغ شرر فشاں سے جلا جو شریر تھا

جو کوئی تھا جوان وہ دہشت سے پیر تھا — جو پیر تھا وہ دام اجل میں اسیر تھا

طاقت گریز کی تھی نہ یارا قرار کا

جنگل میں جیسے حال ہووے دم شکار کا

جب افسروں کو مار لیا رول رول کے — لشکر پہ آئی تیغ دو دم تول تول کے

سب مر رہے تھے بھوک لگی بول بول کے — پھل کھا رہے تھے تیغ کا منہ کھول کھول کے

دو دن کے بھوکے پیاسے نے کھانا کھلا دیا

لشکر کو سارے تیغ کا پانی پلا دیا

پیدل ہزاروں مارے گئے سینکڑوں سوار — تھا لال لال صفحہ میدان کارزار

لشکر میں الحفیظ کی تھی چار سو پکار — چلایا ابن سعد سیہ بخت و نابکار

کیوں ہاتھ دھو کے بیٹھ گئے اپنی جان سے

افسوس لاکھوں ڈر گئے اک نوجوان سے

انعام اپنے پاس سے دوں گا میں اس قدر — ہر ہر کی سونے چاندی سے بھر جائیگی سپر

غالب جو ہو گئی طمع مال و سیم و زر — باندھی کمر لعینوں نے اکبر کے قتل پر

تیرے لگے بڑھ کے شبیہ رسول پر
زنبور کے تھے سینکڑوں نیش ایک پھول پر

اکبر کا سینہ پھول تھا تیرے تھے مثل خار — اس گلبدن کے جسم میں کانٹے چبھے ہزار
یوں برچھیوں میں تھا جگر شاہ نامدار — اغیار کی نگاہوں میں جس طرح روئے یار
آمد تھی منہ سے خون کی صدمہ وہ جان پر تھا — لخت جگر ہر ایک کی نوک سناں پہ تھا

قربان جرأت پسر ابن مرتضے — زخمی کیا تھا جس نے اسی پر جھپٹ پڑا
تلوار کی زبان سے سر کر دیا جدا — حیدر نے دی صدا کہ مرے شیر مرحبا
آنے لگا جو غش تو پکارا حسین کو — بابا سنبھالو آکے اب اس نور عین کو

کس منہ سے اب بیان کروں حالت حسین — رونا وہ اہل بیت کا وہ رقت حسین
مثل کماں خمیدہ ہوا قامت حسین — دوڑے جگر پکڑ کے زہے ہمت حسین
بے طاقتی لپٹنے لگی گرد کی طرح — اٹھ اٹھ کے بیٹھ بیٹھ گئے درد کی طرح

سیدھے ہوئے سنبھل کے تو گھبرا کے گر پڑے — رکھا کہیں قدم تو کہیں جا کے گر پڑے
اٹھے جو ہاتھ ٹیک کے تھرا کے گر پڑے — یوں ہی قریب نعش پسر آکے گر پڑے
اکبر جو محو غلغلہ العطش ہوئے — منہ رکھ کے منہ پہ دلدہی کر کے غش ہوئے

رونے کا ہے مقام نہ کیوں آنکھ ڈبڈبائے — مومن یہ سن کے ماجرا آنسو نہ کیوں بہائے
ہوتا ہے صدمہ روح پہ کیوں کر نہ دل بھر آئے — کافر بھی دل کو تھام کے کہتے ہیں ہائے ہائے
گو خلق یہ کہے کہ بڑا متقی ہے وہ — صدمہ نہ جس کے دل پہ ہو اس سے شقی ہے وہ

ملنے کا پتہ

[illegible] پبلشرز پٹنا، مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد، کتابستان الہ آباد، مکتبہ جامعہ ملیہ

مطبوعہ عظیم پریس پٹنا۔

۱۱۲

۸۹۱۴۶۳۱۴

۳۴۲۲۷

Date	No.	Date	No.